پہلا پیار

یعنی

آغا حشر کاشمیری

کا بلوا منگل

اردو مرکز

گنپت روڈ۔ لاہور

48

1634-ا
1846-م

مکتبہ [illegible] (انارکلی) لاہور

پبلشرز [illegible] سیلرز

12
MUNICIPAL COMMITTEE. NANKANA SAHIB.

مکمّل ڈراما

بلوامنگل

تصنیف
آغا محمد شاہ حشر کاشمیری مرحوم و مغفور

مترتبہ:-
عشرت رحمانی

اردو مرکز۔ گنپت روڈ۔ لاہور

891-4392
H348B
MC LIBRARY Nankana Sahib
Acc. NO: 00254NS
Date: 04-4-2022
Managed by Chughtai Public Library

کراچی آفس

اُردو اکیڈمی سندھ رحمت بلڈنگ نزد مسافرخانہ

کراچی

اشاعت اوّل :- ۱۰۰۰

قیمت :- ۸عہ/

مارچ ۱۹۵۵ء

(ظہیر الدین احمد نے تعلیمی پریس لاہور سے چھپواکر اردو مرکز لاہور سے شائع کیا)

بلوا منگل

نیا اسلوب

آغا حشر مرحوم نے اپنی ڈراما نگاری کے پہلے دور۔ سنہ ۱۹۰۱ء سے سنہ ۱۹۰۹ء تک جو ڈرامے لکھے ان میں تقریباً سب کے سب مغربی ڈراموں کے پلاٹ سے ماخوذ اور شاہی سطوت کے آئینہ دار تھے۔ کیونکہ اس دور میں ہمارا اسٹیج زرق برق ساز و سامان شاندار سین سینری۔ بھاری زرکار ملبوسات اور شاہانہ کرّوفر سے چمکتا اور گونجتا تھا۔ تقاضائے وقت کے لحاظ سے حشؔر نے بھی اپنے فن کا آغاز اسی انداز پر کیا۔

ابتدائی نو سال میں انہوں نے مریدِ شک۔ مارِ آستین۔ میٹھی چھری۔ شہیدِ ناز۔ اسیرِ حرص۔ صیدِ ہوس۔ سفید خون۔ خوبصورت بلا اور خوابِ ہستی نو ڈرامے لکھے جن میں پلاٹ اور تدبیر کاری کے لحاظ سے ایک حد تک یکسانیت نظر آتی ہے مگر تدریجی ترقی اور ادبیت نمایاں ہے سنہ ۱۹۱۰ء میں آغا صاحب نے ہندوستانی اسٹیج کو سماجی ڈراما سے روشناس کرایا۔ اور اس نئے انداز کا پہلا ڈراما نیک پروین عرف سلور کنگ پیش کیا۔

اس زمانہ سے حشؔر کی فنکاری کا ترقی یافتہ تیسرا دور شروع ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ تھیٹر کی دنیا میں حشؔر کا طوطی بول رہا تھا۔ ملک کے گوشہ گوشہ میں ان کے ڈراموں کی شہرت تھی۔ پارسی سیٹھ حشؔر کے نام کو اپنی کمپنیوں کی عزت اور دولت کمانے کا واحد

ذریعہ سمجھتے اور ان کے پیچھے پیچھے پھرتے۔ معاصرین اور پیشرو ڈراما نویسوں کی صف میں حشرؔ پیش پیش تھے۔ چند ہمعصروں نے آغا صاحب کے سامنے اپنے چراغوں کی روشنی مدھم ہوتے دیکھکر اُردو سے گریز کر کے ہندی کی آڑ لینا شروع کی۔ ہندی ڈراموں کی مانگ بڑھی۔

آغا صاحب نے ایک زمانہ میں شدھی سنگٹھن کے مہا سبھائی محاذ کے خلاف مذہبی مبلغین کے ساتھ تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں بہت کام کیا تھا اور ہندو مہاشوں کے مقابلہ میں مذہبی مناظرے کرتے رہے تھے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے ہندی اور سنسکرت میں خاص مہارت حاصل کی تھی۔ اس وقت بھی تبلیغی جدوجہد جاری تھی۔ اور فنی سرگرمی کا بھی وہی عالم تھا۔

ہندی ڈراموں کی نئی سرگرمیاں دیکھ کر حشرؔ کو خیال ہوا کہ یہ ان کی فنکاری کو کھلا چیلنج اور مخالفین کی طرف سے مقابلہ کی دعوت ہے چنانچہ انہوں نے سنہ ۱۲-۱۹۱۱ء میں ہندی زبان کا پہلا ڈراما "بلوا منگل" پیش کیا۔ اس ڈرامے کا پلاٹ نیم مذہبی اور نیم سماجی ہے جو ایک مشہور ہندو بھگت کوی سورداس اور ایک طوائف چنتامنی کے عشق کی داستان پر مبنی ہے۔ یہ کہانی دراصل عشق مجازی سے شروع ہو کر نہایت دلکش اور مؤثر انداز میں عشقِ حقیقی کی کامرانی پر ختم ہوتی ہے۔ ڈرامے کے آغاز سے نقطۂ عروج تک سادگی۔ وئیرکاری اور تدبیر گری کا کمال نہایت خلوص اور خوبی کے ساتھ قائم رہتا ہے۔ درمیانی پیچیدگیوں، تصادم اور وسعتوں نے پلاٹ کے در و بست کو پوری کامیابی سے برقرار رکھا گیا ہے۔

تمام واقعات سیدھے سادھے مگر دلچسپ، مکالمے موضوع اور محل کے لحاظ سے موزوں اور برجستہ ہیں۔ زبان ہندی آمیز سلیس اور آسان اُردو ہے مشکل ہندی سے دانستہ گریز کیا گیا ہے تاکہ عام فہم بن سکے اور عوام و خواص دونو کے ذوق کی تسکین کا باعث اور

عہ (یہ سنہ ۱۹۰۸ء سنہ ۱۹۰۹ء کا دور تھا)

پسندیدگی کا سبب ہو۔

البتہ بعض گانوں اور دوہوں میں موقعہ کی مناسبت کا لحاظ کرکے سنسکرت کی آمیزش کی گئی ہے۔ جو ذوقِ سلیم پر گراں نہیں گزرتے۔ لیکن معاندین نے تعصب سے کام لے کر ہندی اُردو کی اس آمیزش پر یہ اعتراض کیے "کہ اس موضوع پر قلم اُٹھانا کسی مسلمان ڈراما نویس کا کام نہیں۔ حشؔر کو ہندی زبان پر قدرت حاصل نہیں۔ اس ڈرامے کا اسلوب ان کی زباندانی کے عجز کا بیّن ثبوت ہے۔ اس لئے آغا صاحب کو دھارمک ڈرامے نہیں لکھنا چاہیئے۔ یہ ان کا میدان نہیں"۔

یہ اعتراضات کئی وجوہ کی بنا پر مہمل ثابت ہوئے۔

اس ڈرامے کا موضوع اور پلاٹ جیسا کہ بیان کیا گیا خالص دھارمک نہیں۔ بلکہ نیم سماجی اور نیم مذہبی ہے۔ کردار ہندو ضرور ہیں۔ اور کہانی ہندو مذہب کے تصورات و معتقدات کی آئینہ دار بھی ہے۔ لیکن ماحول و فضا کے لحاظ سے تمام افراد کا شدھ ہندی بولنا ضروری نہیں۔ (اور موضوع ہمہ گیر وسعت کا حامل ہے) زمانہ اور وقت کے مطابق بھی زبان بے جوڑ نہیں معلوم ہوتی۔ گو کہیں کہیں فارسی الفاظ کا استعمال غیر موزوں کہا جا سکتا ہے لیکن ان الفاظ و تراکیب کا انداز اسی خوبی اور برجستگی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ کہ نہ سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے اور نہ ادائیگی میں۔ پھر یہ کیفیت زیادہ تر اُن مقامات کی ہے۔ جہاں عام کردار مصروفِ گفتار ہیں۔ اس لئے ان کی موزونیت اور سلاست میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور جن مواقع پر کہانی خالص دھارمک رنگ اختیار کرتی ہے یا کردار مخصوص و ممتاز ہیں ان کو مشخّص کرنے کی غرض سے ٹھیٹھ ہندی اور سنسکرت الفاظ کا مناسب الفاظ موجود ہے۔ اور مجموعی حیثیت سے ہر مقام پر سلاستِ زبان اور ادبیت کو دلکش انداز میں برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس آمیزش پر اعتراضات کیے گئے دراصل اس کی کیفیت شیر و شکر کی ہے۔ اور یہ آغا صاحب کی قادر الکلامی کا بیّن ثبوت ہے۔

اگرچہ ان اعتراضات کی بنیاد تعصب سے زیادہ کچھ نہ تھی۔ تاہم حشر کی طبع نازک پر یہ بھی ناگوار تھے اور انہوں نے مخالفین کے اس چیلنج کو بھی خندہ پیشانی سے قبول کر کے اسی دور میں ڈراما بن دیوی، لکھا جس کے پلاٹ کی اساس ہندو دیو مالا پر ہے۔

اس کا ماحول اور زبان دونوں شدھ ہندی ہیں۔ اور پلاٹ۔ تدبیر کاری۔ مکالمات وغیرہ تمام فنی نکات کے اعتبار سے یہ ڈراما آغا صاحب کا ہندی شاہکار اور مخالف معاصرین بر خود دعوؤں کا مسکت جواب ثابت ہوا۔ اور عوام و خواص سب میں حشر کی اردو کے ساتھ ہندی ڈراما نگاری کی بھی دھاک بیٹھ گئی۔ یہ ڈراما ۱۹۱۴ء میں تصنیف کیا گیا تھا۔ اور کئی سال تک مقبولیت کے ساتھ دھوم دھام سے تمثیل کیا جاتا رہا۔ پھر کچھ عرصہ بعد اس کو دوبارہ لکھا اور خاصی ترمیم و تنسیخ کر کے بھارت رمنی، کے نام سے پیش کیا۔ یہ زمانہ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۴ء تک کا تھا اور اس دوران میں آغا صاحب نے کئی ہندی شاہکار پیش کئے۔ جن میں مدھر مرلی۔ بھاگیرتھ گنگا۔ اور آنکھ کا نشہ، خاص ہیں۔ ان سب کی زبان دلکش اور سلیس ہندی ہے۔ اور مخالفین بھی ان کو دیکھ کر آغا صاحب کی قدرت زبان کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ اب حشر ہندی ڈراما نگاری کے بھی مرد میدان تسلیم کر لئے گئے۔ یہ ہے ان کی قادر الکلامی کا مختصر تذکرہ۔

یہاں اصل ذکر ڈراما "بلوا منگل" کا تھا۔ آغا صاحب نے اس ڈرامے کی بھی کئی بار نظر ثانی کی۔ اور مختلف زبانوں میں اس کو تین ناموں سے پیش کیا گیا۔

(۱) پہلا پیار

(۲) بلوا منگل

(۳) سور داس

حشرؔ نے

"ڈراما بلوا منگل"

کو کئی بار نظر ثانی کی۔ اور یہی ـــــ حشرؔ کی وہ پہلی تصنیف ہے جس میں پلاٹ۔ تدبیر کاری اور اسلوبِ نگارش ہر لحاظ سے قدامت سے گریز اور ترقی و تبدیلی نمایاں ہے۔ مکالمات میں فطری رنگ زیادہ بڑھتا گیا ہے۔ مقفّیٰ اور مسجّع فقروں کی جگہ زیادہ تر گفتگو بے تکلّف، سادہ اور رواں ہے۔ بعض مقامات پہ مقفّیٰ مکالمے بھی ہیں مگر ان میں روانی اور بے تکلفی نظر آتی ہے۔ اور ادائیگی میں زورِ بیان پیدا ہوتا ہے۔ شعر خوانی ہے مگر کم۔ ہر کردار موقعہ بے موقعہ اشعار میں بات نہیں کرتا۔ ہر جگہ ڈرامائی ضرورت اور اسٹیج کی مصلحت کو ملحوظ رکھا ہے۔ یہی حال گانوں کا ہے۔ زیادہ تر گانے برمحل ہیں۔ کوئی گانا محض عوام کی سماعت کو خوش کرنے کے لئے بے موقعہ چسپاں نہیں کیا گیا ہے۔ تمام گانوں میں حشرؔ کا اندازِ مخصوص موجود ہے۔ الفاظ کی موزونیت اور دلکشی میں ترنّم اور نغمگی کا پورا لحاظ رکھا ہے۔ مشکل ہندی لفظوں اور ترکیبوں کو بھی طرزِ خاص کے ساتھ اس خوبی سے موزوں کیا ہے کہ ہر مقام پہ موسیقی اور شعریت عروجِ کمال کیف و تاثر میں ڈوبی ہوئی ہیں۔

اس ڈرامے میں ظرافت کا انداز بھی مختلف ہے۔ کومک کے حصّے اصل کہانی کے پلاٹ سے علیحدہ نہیں۔ بلکہ اصل کا جزو ہیں۔ اصل پلاٹ کی سنجیدگی کے لحاظ سے مزاح کا رنگ بھی غیر سنجیدہ اور متبذل نہیں۔

کردار نگاری فطری اور عوامی زندگی کے عین مطابق ہے۔ اور تصنّع و تکلّف کو کہیں دخل نہیں۔ پھر جگہ جگہ ڈرامائی عنصر پورے جوش، زور اور روانی کے ساتھ غالب ہے۔ نثر میں شعریت کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ فقرہ فقرہ سے اثر آفرینی نمایاں ہے۔ جس

کیفیت کو بیان کیا ہے تصویر کھینچکر رکھ دی ہے - ملاحظہ ہو:-

رامداس اپنے بیٹے بلوا منگل کی آوارگی اور عیاشی سے تنگ ہے۔ وہ بستر مرگ پر پڑا ہے اور بیٹا بیوی اور بیمار باپ سے بے خبر شب و روز طوائف کے گھر عیش و عشرت کی داد دے رہا ہے بیمار اور غمگین رامداس آخری وقت میں۔ والدین اور اولاد کے رشتہ پر غور کرتا اور کن الفاظ میں حیات انسانی کی حقیقت کھولتا سنائی دیتا ہے۔

رامداس "پتر پتر۔ ایک دکھ بھری پکار ہے۔ جو چھتوں اور دیواروں سے ٹکرا کر ہزاروں گھروں میں گونج پیدا کر دی ہے۔ جس استری کو کوئی ماتا کہنے والا نہیں وہ اولاد کی ہزار منتیں مانتی ہے۔ تیرتھ کرتی ہے سادھو سنتوں کی خدمت کرتی ہے اور ہر ایک شخص کے قدموں میں سر جھکاتی ہے۔ جب مراد بر آتی ہے تو بد صورت اولاد بھی دشرتھ کے لال اور برج کے بال گوپال یعنی رامچندر اور سری کرشن سے بھی زیادہ خوبصورت اور محبت کے لائق سمجھ کر اس کی پرورش اور حفاظت میں دنیا کے سب کاروبار دھرم پاپ سب کچھ بھول جاتی ہے۔"

(اولاد کے لئے والدین کی آرزوئیں اور نتیجہ) "خاندان کا نام روشن کریگا۔ سیاہ بختی میں ساتھ دے گا پیری کا سہارا ہوگا۔ جوں جوں عمر میں بڑھتا گیا ماں اور باپ کی آرزوئیں بھی بڑھتی گئیں۔ مگر کتنے ماں باپ ہیں جن کو اپنے لگائے ہوئے درخت سے اچھا پھل ملتا ہے۔ کتنے ایسے بیٹے ہیں جو ماں باپ کے کلیجہ کو ٹھنڈا رکھتے ہیں۔"

جب بلوا منگل کو راہ راست پر لانے کی تمام تدبیریں بیکار ہوتی دیکھتا ہے تو رامداس اپنی تمام جائداد اور جاگیر اپنی بہو رنبھا کے نام وصیت لکھ کے کاغذ اس کے حوالہ کر دیتا ہے۔ اس پر رنبھا شوہر پرستی کی اعلیٰ مثال پیش کر کے نہایت ادب سے خسر کی خدمت میں

عرض کرتی ہے۔ رنبھا" پتا جی - میرا دھن - میری دولت - میری زیور - میری آرام - میری اُمید پر ہیں جب تم ہی کو قسمت نے مجھ سے چھین لیا تو میں اس دولت کو لے کر کیا کروں گی نہیں مجھے نہیں چاہیئے - (وصیت نامہ کی طرف دیکھ کر) دُور ہو - اے کاغذ دُور ہو - جس طرح میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے اسی طرح تو بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جا (وصیت نامہ چاک کرتی ہے) اس پر راماداس بلونگل کو مخاطب کر کے سدھار کی تلقین کرتا اور بہو کے اعلیٰ کردار کی تعریف کرتا ہے۔ راماداس" (بلو سے) دیکھ - دیکھ - عورت اسے کہتے ہیں۔ شریف والدین - شریف خاندان کی لڑکی ایسی ہوتی ہے۔ بیوقوف اس کی قدر کر۔ دُنیا میں سب سے بدقسمت آدمی! اسے اپنے دل میں جگہ دے! پھر ایک بازاری طوائف اور گرہستی عورت کے کردار کی تفریق ان الفاظ میں پیش کرتا ہے۔ راماداس" دنیا غمگین ہے۔ اگر اس میں عورت نہ ہو - عورت مٹی کا ڈھیر ہے اگر اس میں اچھی عادتیں نہ ہوں۔ عادتیں بیکار ہیں ان میں پارسائی نہ ہو!" آخر سیٹھ راماداس شدید عدالت اور بیٹے کی نالائقی کے دُکھوں سے بے حال ہو کر دم توڑ دیتا ہے۔ باپ کے مرنے پر بلونگل اچانک خواب غفلت سے بیدار ہوتا ہے۔ مگر پھر جنتا منی کے عشق سے مغلوب ہو جاتا ہے۔

اس کیفیت کو کن موزوں اور مناسب الفاظ میں ادا کیا گیا ہے۔

"بلونگل دُکیا مر گئے - آہ میرے عیبوں نے انہیں دُکھ دے کر مار ڈالا اُٹھئے پتا جی اُٹھئے - یہ نیچ کنگال - یہ نرک سے لائق بلونگل آپ سے معافی مانگتا ہے۔ (اور پھر اچانک جنتا منی کے تصور میں دیوانہ ہو کر چیختا ہے) "وہ دیکھو - وہ دیکھو - خوبصورتی بے حد خوبصورتی - جھوٹ ہے - جھوٹ ہے - کون کہتا ہے کہ تم خوبصورت نہیں ہو - اس زمین پر تم سے زیادہ کوئی خوبصورت ہی نہیں - پھول اپنی خوبصورتی بڑھانے کے لئے تمہاری مسکراہٹ سے خوبصورتی قرض لے رہا ہے - ستارے اور چاند، سورج ڈف بجا بجا کر اس زمین کو تمہیں حسن کی مورت بننے پر مبارکباد دے رہے ہیں - خوبصورت ہو - حسین ہو! مہ جبین ہو! ———!"

بلوا منگل باپ کی لاش کو چھوڑ کر نوکروں کے سمجھانے اور روکنے کے باوجود آنسو بہاتی بیوی کی پرواہ کئے بغیر دیوانہ وار بھاگ جاتا ہے۔

رنبھا غم سے پاگل ہو جاتی ہے۔ اس عجیب کیفیت کو خود کلامی کے ذریعہ اس طرح ادا کیا گیا ہے۔

رنبھا: گئے —— وہ گئے۔ اور یہ بھی گئے۔ کیا ہمارا کوئی نہ تھا؟ اب کوئی ہمارا نہیں ہے۔ دُنیا میں کوئی سہارا نہیں ہے۔ کیا یہاں ہر ایک دھوکا دے رہا ہے۔ ہائے۔ ہائے تقدیر نے کیا خواب دکھایا۔ ایک فقیر نے خواب دیکھا کہ اس کو تخت سلطنت پر بٹھا کر راج تلک لگایا جا رہا ہے۔ موت اور مقدر کی ٹکر سے آنکھ کھل گئی۔ اب وہ اندھیرے میں بادشاہت کو تلاش کر رہا ہے۔ کیا اُسے ملجائیگی بیوقوف ہے، ہاہاہا۔ (ستاروں سے) ہنسو۔ ہنسو۔ چاند اور ستارو ہنسو! جب شرون کمار کے اندھے پتا کے چرنوں میں دسشرتھ جیسا بلوان راجہ ہاتھ جوڑے ہوئے براہمن شراپ کے ڈر سے کانپ رہا تھا۔ تب بھی تم ہنس رہے تھے۔ جب راون کے سامنے اُلٹی لٹوں سے مُنہ چھپائے ہوئے ستونتی سیتا رام کی یاد میں آنسو بہا رہی تھی۔ تب بھی تم ہنس رہے تھے۔ تم آکاش کے رہنے والے ہو۔ تمہیں پرتھوی کے دُکھ سُکھ سے کوئی غرض نہیں۔ ہنسو۔ ہنسو۔ میں بھی ہنستی ہوں تم بھی ہنسو اور خوب ہنسو۔ ہاہاہا!

(دیوانہ وار ہنستی ہے)

اس حسن کلام پر کون شک کر سکتا ہے۔ اور ان مکالموں کی سلاستِ زبان اور ڈرامائی فصاحت و موزونیت پر کیونکر حرف گیری کی جاسکتی ہے۔

ایک مقام پر بلوا منگل کی زبانی عشق و محبت کی ہمہ گیر قوت اور حسن کے عالم آشکار مظاہر

کا اس طرح اظہار کرتے ہیں۔

بلومنگل۔ (چنتامنی کے گھر جاتے ہوئے ندی پار کرتا اور اسکی یاد میں بیتاب نظر آتا ہے)

"آہ۔ پریم۔ پریم۔ اس سنسار کی کوئی شکتی تجھ سے جنگ نہیں کر سکتی۔ تو آتما کو اُجالا دیتا ہے۔ اُسے پرماتما سے ملا کر سروپ اور روپ مالا دیتا ہے۔ آہ پریم مہا شکتی دان پریم کے دیوتا! شیر تجھ سے نہیں لڑ سکتا۔ ہاتھی تجھ سے بگڑ نہیں سکتا۔ پہاڑ تجھ سے ٹکرا نہیں سکتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ سنسار اور سنسار کے سارے بندھن ٹوٹنے اور بچھڑنے والے ہیں۔ مگر نہیں۔ پریم اور پھر چنتا کا پریم۔ اُس کو کوئی طاقت کوئی شکتی نہیں توڑ سکتی۔ جب تک آتما ہے۔ تب تک چنتا۔ چنتا۔۔۔۔!"

اس ڈرامے کا مرکزی خیال عشقِ حقیقی اور روحانیت کی برتری ہے۔ اور بلا اختلاف مذہب و ملت عشقِ مجازی کو مادّی دُنیا میں حصولِ روحانیت کا پہلا زینہ ظاہر کیا گیا ہے۔ جس کی حقّانیت مسلّم ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ تو ہے اس کہانی کا روحانی پہلو مگر معاشرتی نقطۂ نظر سے سماج کے ان مصائب کا بھی اظہار ہوتا ہے جو دولت کے نشہ آور بے راہ روی کے سبب طوائفیت کی گرم بازاری کے ذریعہ ہماری سوسائٹی کا ناسور بنے ہوئے ہیں۔

حشؔر نے اس ناسور کو ایک منصف تجربہ کار جرّاح کی حیثیت سے محض چھیڑ کر اس کے گندے مواد کو سامنے نہیں رکھا ہے۔ بلکہ نہایت خلوص سے اس کی آلائشوں کو صاف اور پاک کرنے کا براو بھی تجویز کر دیا ہے۔ پھر کمال انصاف سے مرض کی تشخیص کرتے ہوئے اس کے اسباب و علل کی بھی تشریح کی ہے اور اس کی موجب و ذمہ دار معاشرت اور سوسائٹی پر بھی پوری طرح نشتر زنی کی ہے۔

خود چنتامنی کی زبان سے طوائف اور طوائفیت کی اصل بنیاد پر تبصرہ کرتے ہوئے

بتلاتے ہیں کہ طوائف کوئی علیحدہ صنف نہیں بلکہ وہ بھی ایک عام "عورت" ہی ہے اور ہمارے سماج کا ایک جزو۔

بلوا منگل باپ کی مردہ لاش کو چھوڑ کر چنتامنی کی محبت میں بے تاب ہو کر طوفانی رات کے اندھیرے میں ندی عبور کر کے اس کے پاس پہنچتا ہے۔ موقعہ اور وقت کی نزاکت اور صورت حالات کی کشاکش طوائف چنتامنی کے دل میں عورت پن، کو بیدار کر دیتے ہیں۔ بلوا اور چنتا کے درمیان تصادم ہوتا ہے اور اسوقت وہ خالص عورت بن کر اس ناسور کی خود چیر پھاڑ اسی طرح شروع کر دیتی ہے:۔

چنتامنی :- "بلوا منگل۔ میں بے شرم ہوں۔ پنچ ہوں۔ رنڈی ہوں۔ ایک بھنگی اور چمار کی استری جسے حقارت کی نظروں سے دیکھتی ہے وہ ہوں۔ مگر میرا خاندان اور خون پنچ نہیں۔ میرے غریب ماں باپ جن کے مرنے کے بعد مجھے صرف اپنا پیٹ پالنے کیلئے یہ برا کام کرنا پڑا۔ اُن کی بچپن کی دی ہوئی نصیحتوں سے اب بھی دنیا کے نشیب و فراز کو اچھی طرح سمجھ سکتی ہوں۔ ایک گھر میں بیٹھنے والی پردہ نشین عورت کو اپنے بیرحم خاوند سے کیا کیا دکھ ہوتا ہے۔ اُسے میں ہر طرح سمجھ سکتی ہوں!"

اور پھر یہی طوائف سچی عورت کے روپ میں سماج سے باغی ہو کر محاسن اور حقائق کا اظہار کرتی نظر آتی ہے۔ یعنی جب بلوا منگل اس سے اپنی بے پناہ محبت ظاہر کرتا ہے تو اس کو ملامت کا نشانہ بناتی ہے۔

بلو۔ ے

کسی کو دیکھتیں کیا تک رہی تھیں بام و در آنکھیں
جدھر تم تھیں اُدھر دل تھا جدھر دل تھا اُدھر آنکھیں

چنتا۔ آشچریہ۔ جھوٹی اور گندی چیز میں اس قدر طاقت۔ سمندر کے پانی کے اوپر تیرنے والے جھاگ کی طرح نہ ٹھہرنے والی خوبصورتی میں اتنی روشنی! تو سچے حُسن اور محبت میں کتنی طاقت ہوگی؟" ———

اور پھر آگے :-

چِنتا - "اندھے - میری محبت سے مجبور ہو کر گھر سے نکلتے وقت آندھی مینہ کا ڈر نہ کیا - طوفانی ندی میں ڈوبنے کی پروا نہ کی - ہائے بلوا منگل ایسی چاہ اگر اُس ایشور کی جو تمام مخلوقات کا مالک ہے ہوتی - تو تیرا بیڑا پار ہو جاتا - جتنی میرے ساتھ لو لگی ہے اگر یہ لو سری کرشن بھگوان کے ساتھ لگی ہوتی تو تیرا اُدّھار ہو جاتا!"

غرضیکہ یہ ڈراما پلاٹ، موضوع اور تمام فنی و ادبی محاسن کے لحاظ سے حشؔر کے دوسرے بلند پایہ شاہکاروں میں شامل ہے اور صحیح معنوں میں حشر کی ڈراما نگاری نے اسی دَور سے ایک نیا موڑ اختیار کیا ہے۔

آغا صاحب کو خود بھی اس تصنیفِ لطیف سے بڑا پیار تھا اور اس پر بجا طور پر ناز کرتے تھے۔

عشرت رحمانی

(لاہور ۵ جنوری ۱۹۵۵ء)

بلوامنگل

افرادِ ڈراما

مردانہ

(١) بلوامنگل۔ سیٹھ رام داس برہمن کا دولت مند لڑکا۔ چنتامنی کا عاشق۔

(٢) رام داس۔ ایک رئیس برہمن۔

(٣) کرشن۔ بھگوان

(٤) شنکر۔ کرشن کا چیلا

(٥) نگر سیٹھ۔ ایک رئیس ہندو۔

(٦) سہاگ چند ساہوکار۔ چنتا کا عاشق

(٧) خوشی رام۔ سہاگ چند کا دوست۔

(٨) شوم گرو۔ تماشبین۔ اُستاد۔ مراسی اور نوکر۔ جوگی۔ گورو وغیرہ۔

زنانہ

(١) چنتامنی۔ بلوامنگل کی محبوبہ طوائف

(٢) نائیکہ۔ چنتا کی ماں

(٣) رنبھا۔ بلوامنگل کی بیوی

(٤) بھاگیرتی۔ نگر سیٹھ کی بیوی

(٥) کملا۔ سروجنی۔ منگلا اور دوسری سکھیاں

بلوا منگل

باب پہلا — پردہ پہلا

پرستان

گانا گوپیوں کا

داتا تیرا آدھار۔

انکار۔ نرا کار۔ پالن ہار۔ جگ کا پالنہار۔ داتا
برہم مہیش بہاری سکھ کاری۔ گنپت دھنپت سکھ سنپت۔
تم ہی بھگت آدھار۔ بلہار۔ کر بیڑا پار۔ اے کرتار۔ داتار۔ داتا

(پردہ کا پھٹ جانا۔ پرلوک کا دکھائی دینا)

باب پہلا — پردہ دوسرا

پرلوک

(شنکر کا کرشن کی پوجا میں مگن دکھائی دینا)

گانا گوپیاں

کرشن پیارے ہاں کیا نرالی ہے۔ پیاری توری شان

کھلت پھلواری کیاری۔ نرالی ہریالی جگت حیران کرشن

دوہا

تم بسرے سنسار میں بھوگے دُکھ اُپار
تری سیوا سے ہوت ہے پل میں بیڑا پار
کورس۔ تم ہی سب کے پالنہار۔ جاؤں بلہار
راکھو ہمری آن، کرشن۔

(گوپیوں کا ناچتے ناچتے اندر جانا)

شنکر۔ (دوھا) کوئی مار تنند ماننی مندمت مکٹ کریت کنڈل کلت الکاول بھیے گئی
بھجن پرتنکش مکنا مل نری بھنگ انگ نگت جری کے پیٹ پٹ چین چام لئے گئی
جھلک جھلا ملی سہ بھا جھانکی سو جھپا کے چت چیت نکل میرے ورگن میٹھے گئی
دگھن تے دوڑ من۔ من تے تمام تن۔ تن تے تنکش روم روم جھب چھپے گئی

{ایک تارے کے پھٹنے سے کرۂ زمین کا پھٹا ہونا اُس پر سری کرشن
کا بانسری بجانا۔ معہ رادھکا کے درشن دینا۔}

(گوپیوں کا سر پہ گھڑا رکھے ہوئے آنا)

گانا گوپیاں

گگری بھرن چلو بانکی رسیلی
نوکیلی چلو بانکی ادا البیلی ری۔ پیاری سہیلیاں۔ گگری۔
بلکہ ہم تم اے سہیلیاں۔ گگری۔
نینا تیر چلاوے چھیلا من آنندی پاوے
گوری گوری بانہہ۔ موہے گرد اڈالے رے۔ گرد اڈالے۔ رے
سہے چھینٹیاں لگادے۔ لُبھادے۔ چُنت چُرا رے

بھجن نبھاوے۔ پریم رس پلاوے۔ گگری

(ناچتے ہوئے جانا)

شنکر۔ (کھڑے ہو کر) تر بھون ناتھ سے

وید گیتا اپنشد دکھلا رہے ہیں ستیہ مارگ
دھرم نیتی کہہ رہے ہیں پاپ سے بچ دُکھ سے بھاگ
آنکھ اور بُدھی بھی سمجھاتی ہے یہ جل ہے یہ آگ
کہتا ہے انتم کرن بھی اس کو لے اور اسکو تیاگ
بار بار اُوتار دھارن کر رہے ہیں آپ بھی
پھر بھی کارن کیا کہ جگ میں دُکھ بھی ہے اور پاپ بھی

کرشن۔ برہم پُتر! اس مایا روپی سنسار میں ــــــ دُکھ کا کارن منش کی منو کامنا ارتھات اُس کے کرم ہیں۔ جس طرح مکڑی اپنے اندر کے لگائے ہوئے جالے میں آپ ہی پھنس جاتی ہے اور جب تک اس کے ارد گرد کے تنے ہوئے جالے کو نہ توڑا جائے۔ چھٹکارا نہیں پاتی۔ اسی طرح یہ سنسار جب تک لوبھ۔ موہ۔ تیرا۔ کے بندھنوں کو توڑ کر برہم نشت ہونے کا جتن نہ کرے گا۔ تب تک برابر دُکھ اُٹھاتا رہے گا جب تک چھوٹی بڑی ہزاروں ہر کار کی لہروں سے بنی ہوئی کرم دوارا نکام بن کر جیت روپی سمندر میں شانت نہ ہو گی وہاں تک مُنش کے جیون کا جہاز اننت کال دُکھ کے بھنور میں ڈگمگاتا رہے گا سے

من کے چکر میں ہے جب تک آفتیں ہٹتی نہیں!
کرم آدھین آتما کی بیڑیاں کٹتی نہیں
شانتی آنند سکھ سنتوکھ کا پر کاش ہو
کام کرودھ اور موہ لوبھ ان چار کا جب ناش ہو

شنکر۔ کرناسندھو! جگت کی ایسی کنگال دُشا دیکھ کر میرے من میں ایسا بھاؤ اُتپن ہوتا ہے کہ پرتھوی کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک چکر لگاؤں۔ اور گیان اُپدیش دے کر بھولی بھٹکی آتما کو موکش کا راستہ بتاؤں ؎

ہائے ہائے دُکھ سے کرے جیسے کیچ میں بھیک
سُکھ کے ساتھی سینکڑوں دُکھ کا میت نہ ایک
امرت دھارا بہہ رہا پاس نہ اُس کے جائے
جمنا تیر کھڑے ہوئے پیاس پیاس چلائے

کرشن۔ شنکر یہ جگت صرف کرم بھومی نہیں بھوگ بھومی بھی ہے۔ یہ سنسار کھیتی ہے جس میں انسان اپنے پچھلے جنم کا بویا ہوا اس جنم میں کاٹتا اور آنے والے جنم کے بیج بوتا ہے۔ یہاں ہر کام کا ایک سبب ہوتا ہے۔ کیا جب تک روئی تیل۔ آگ یہ تمام چیزیں یکجا نہ ہو جائیں صرف تمہارے اتنا کہہ دینے سے کہ "جل جا" دیپک روشن ہو سکتا ہے؟ کیا جب تک زمین۔ بیج اور جل یہ سب اشیاء اکٹھی نہ ہو جاویں۔ تمہارے ان لفظوں سے کہ "اگو اور پھولو" درخت پیدا ہو سکتا ہے؟ اور پھول پھل دے سکتا ہے تم بگڑے ہوئے کو بنانے کے لئے ایک بار نہیں۔ لاکھ اُپدیش کرو۔ مگر جب تک اُس کے بننے اور سُدھرنے کے اسباب یکجا نہ ہو جائیں۔ اُس کا بھُول سے نکل کر سیدھے راستہ پر آنا دُشوار ہے۔ کیونکہ یہاں ہر ایک بات کرم انوسار ہے ؎

اِک آہ کرے اِک واہ کہے اِک ہنستا ہے اِک روتا ہے
جو کرم میں ہے وہ ملتا ہے جو کرم کرے وہ ہوتا ہے

شنکر۔ پربھو یہ سچ ہے۔ مگر جب بھٹی میں گرم تپا ہوا لوہا بھی جس چیز کے ساتھ چھو جاتا ہے تو اس میں ایک نیا بھاؤ پیدا کر دیتا ہے۔ تو آپ کے ست سنگ

اور بھگتی کے پرتاپ سے میرا بویا ہوا بیج بھی ضرور پھل دے گا۔ مجھے یقین ہے
کہ میرا ایک ہی اُپدیش دُراچاریوں کا ارادہ بدل دے گا۔

ہے بڑی شکتی بڑا بل ست بچن ست سنگ میں
رنگنے والا ہو تو سب کو رنگ دے اِک رنگ میں

کرشن۔ ٹھیک ہے۔ اگر تمہارا ایسا ہی ارادہ ہے۔ تو آؤ بلو منگل نامی ایک برہمن چنتا ویشیا کے اپوتر پریم میں پھنس کر اپنا کرم دھرم سب کچھ نشٹ کر رہا ہے۔ تمہیں اُس سے ملاتا ہوں۔ تمہارے گیان بل اور برہم کی شکتی آزماتا ہوں۔

شنکر۔ چلیئے مہاراج لے چلیئے آپ کی بدولت سُر نر دُکھ دُور کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ اگر آپ کے بھگت نے ایک ہی اپدیش میں اُس براہمن کے بگڑے ہوئے پُتر کو نہ سُدھارا۔ تو شنکر نام نہیں۔

کرشن۔

آنکھ بند متی مند ہے اندھا سب سنسار
وِش کا پیالہ ہاتھ میں امرت کرے بچار
جن نیناں سُوجھے نہیں بُرے بھلے کا بھید
مستک کے دو گھاؤ ہیں ہوں تیجے دو چھید

باب پہلا پردہ تیسرا

محل

(رنبھا۔ کملا اور سہیلیوں کا پُوجا کر کے آنا۔)

رنبھا۔ کیوں بہن کملا پوجا کر چکیں کہو شِو جی خوش ہوئے۔

پہلی سہیلی - بہن رنبھا - پھولوں میں سے نکلتی ہوئی خوشبو کس کو نہیں اچھی لگتی - جب ایسے پیارے اور نازک لبوں سے بھگتی کے لفظ ادا کئے جائیں - تو وہ شوجی کو کیسے پسند نہ آئیں -

رنبھا - بہن کملا - کہو شیو جی سے کس چیز کے ملنے کی خواہش ظاہر کی ہے -

دوسری - ہاں بتا دو نا - کیلاش پتی سے کیا مانگا تھا -

پہلی - غریب دھن مانگتا ہے - دھنوان اولاد مانگتا ہے - اور بوڑھا جوانی مانگتا ہے - اور جوان دھن عزت اور آرام مانگتا ہے -

رنبھا - پرنتو ایک کنواری کنیا ؟

سب - کنوارا پیارا بر -

رنبھا - بہن کملا شو جی سے اسی بات کی پرارتھنا کی تھی نا -

چوتھی سہیلی - اجی یہ کیوں بتلانے لگیں - انہیں تو اس بات کا ڈر ہوگا - کہ جو پیارے کی خوبصورت تصویر میں نے اپنے پیارے دل کے اندر رکھی ہے - کہیں میری سہیلیاں بھی اس کی پوجا نہ کرنے لگیں تو میری پرارتھنا ہی فضول جائے گی -

تیسری سہیلی - ہاں سچ ہے - تو گوپیوں کے ہوتے ہوئے رادھکا اپنے کرشن کا پتہ کب بتلائے گی -

رنبھا - بہن کملا کیا چپ رہنے کا برت رکھا ہے - جواب دو نا -

پہلی سہیلی - ہاں گورو جی اپنے چیلوں کو کوئی اپدیش دو نا -

کملا - اپدیش تو دوں - مگر جب تک دونو کان پکڑ کر ایک ادھر اور ایک ادھر تڑا تڑ لگا کر نہ سمجھاؤں (طمانچہ مارنا) تب تک ایسے اپدیش کا مطلب سمجھ میں نہ آئے گا -

رنبھا - بہن کملا شرماتی کیوں ہو - جیسے پورنماشی کا چاند اپنی روشنی سے چمکنے کے لئے - فصل بہار کی ہر ایک منہ بند کلی کھلنے کے لئے اور مہکنے کے لئے مجبور ہے - ویسے ہی ایک

جوانی اور جوبن سے شرماتی ہوئی حسینہ کے دل میں ایسی اُمنگوں اور ارادوں کا پیدا ہونا ضروری ہے۔

کملا۔ بہن رنبھا۔ پرماتما نے مختلف رنگوں کے پھولوں سے ڈالی ڈالی کو اسی لئے سجایا ہے۔ کہ لوگ اُن کی خوشبو اور خوبصورتی سے دماغ اور آنکھوں کو آنند اور طراوت دیں مگر سب ہی پھول پگڑی کے طرّے۔ گلے کا ہار۔ سیج کی چادر بننے کے لئے بازار میں بکنے نہیں جاتے ہیں۔ اُن میں ایسے بھی ہیں۔ جو جس درخت پہ یا ڈالی پہ پیدا ہوئے۔ اُس پہ ہی کھلتے اور پھولتے اور مہکتے ڈوبتے ہوئے سورج کی آخری کرن کی طرح اپنی زندگی کی آخری جھلک دکھا کر مُرجھا جاتے ہیں۔

رنبھا۔ تو کیا تمہارا بھی یہی ارادہ ہے کہ تم بھی اُن پھولوں کی طرح اس دُنیا میں اکیلی اور کنواری رہ کر اپنی بہار آپ ہی دیکھنا چاہتی ہو۔

کملا۔ بہن رنبھا۔ جب دُنیا میں جل۔ ہوا سب اکیلا رہنا اور بہنا چاہتے ہیں۔ چرند و پرند تک پرائی رسی میں اپنا گلا بندھواتے ہوئے خوف کھاتے ہیں۔ تو اس بھارت دیش میں بیاہ کے نام سے استری بنا کر عورت کی جو دُردشا کی جاتی ہے۔ اگر اُسے دیکھ کر کنواری کنیا، دُنیاداری میں جانے سے ڈرتی ہو۔ تو تم اُس کے وچار پر آشچریہ کیوں کرتی ہو۔

(رنبھا کا سوچ میں پڑ کر سائیڈ میں کھڑے ہو جانا)

پہلی سہیلی۔ بہن رنبھا۔ یہ سب شادی کے پہلے چوچلے ہیں۔ کنواری کنیا میں شادی کے پہلے ایسے ہی انکار کرتی ہیں۔ جب شادی ہوئی۔ بس پھر تو پیا پیا پکارتی ہیں۔

گانا

سب سہیلیاں۔ بانکی چتون۔ تاک تاک مارے رسے کٹاری۔ البیلا۔ چھبیلا جوان۔
باتوں میں ٹونا۔ نگاہوں میں جادو۔ نینا میں زہریلے بان بانکی چتون۔

کملا۔ جاؤ سکھی جاؤ۔ موہے نہ ستاؤ۔ کنواری۔ متواری چھوڑو بتیاں۔ کلیان میں پتیاں

پڑول - جان بھئی موری ہلکان - البیلا جوان -

(کملا اور سہیلیوں کا جانا - رنبھا کا سامنے آنا -)

رنبھا - وہ کہتی ہے - کہ شادی نہ کرے گی - کیوں ڈر گئی - میں شادی کر چکی - وہ شادی نہ کرے گی - دونوں میں کون اچھا - کنواری یا شادی شدہ - بسنت کے موسم میں پھولوں سے خوشبو نکل کر تمام چمن مہک رہا ہے - شاخیں جھوم رہی ہیں - پھول برس رہے ہیں - بھنورے کی گونج کوئل کی کوک - پپیہے کی پکار سے ہر طرف بہار آ رہی ہے - مگر ایک دُکھ میں ڈوبے ہوئے کو ان سے کیا آرام؟ ایک اندھے کو ان سے کیا فائدہ؟ مانا کہ اس راگ رنگ سے ہنستی اور کھیلتی دُنیا میں بہت سے آرام و آسائش کا سامان ہے - مگر ایک کم نصیب عورت جس کو اپنے خاوند کی طرف سے کوئی آرام نہیں - اُس کے لیئے یہ دنیا بہشت بھی بن جائے - تو بھی نرک کے برابر ہے ؎

دیکھا پر ایسا پتھر کا دِل جب گر نہ دیکھا
سوامی نے ایک دِن بھی مڑ کر اِدھر نہ دیکھا
ہے رنگ روپ سب کچھ لیکن فضول ہے
باغِ جہاں میں گویا جنگل کا پھول ہے!

(جانا)

باب پہلا — پردہ چوتھا

رامداس کا محل

(کرشن اور شنکر کا آنا)

شنکر - دیا ندھان - یہ بھون تو کسی بڑے بھاگ شالی پُرش کا معلوم ہوتا ہے -

کرشن ۔ ہاں کمر سے پٹکے باندھے ہوئے اِدھر اُدھر گشت لگانے والے کرم چاریہ گھونگھٹ نکالے ہوئے خادمائیں چاندی کے برتنوں میں رکھے ہوئے کھانے پھولوں سے سجی ہوئی سیج ۔ ریشمی پوشاکیں بیش قیمت زیورات و جواہرات یہ سب کچھ موجود ہے مگر وہ چیز جو نہ مول مل سکتی ہے ۔ نہ پہاڑ کھودنے سے اور قرض لینے سے مل سکتی ہے ۔ وہ اس مکان میں کسی کے پاس نہیں ہے ۔

شنکر ۔ پربھو وہ کیا ؟

کرشن ۔ شانتی ۔ شانتی ۔ شانتی ۔ بوڑھا باپ بستر مرگ پر تڑپ رہا ہے عورت رو رہی ہے ۔ مگر ناخلف بیٹا بیماری میں خدمت پدری کرنے کے بدلے رنڈی کے گھر جانے کے لئے بیکل ہو رہا ہے ۔

شنکر ۔ ہرے ہرے ۔ بھگونت جب تو سچ مچ سب سے زیادہ اسی برہمن کے لڑکے کو میرے اُپدیش کی ضرورت ہے ۔

کرشن ۔ وہ دیکھو ۔ سامنے سے وہی ادھم براہمن اپنی دھرم پتنی کو للیٹی ہوئی راکششنی سمجھ کر اپنے سے دُور کرتا ہوا اِدھر آ رہا ہے ۔

شنکر ۔ ہرے ہرے ۔ افسوس صد افسوس ۔ ایک اچھے براہمن کا لال اُس کی یہ حالت ، اُس کی یہ چال ۔

کرشن ۔ براہمن ہو یا چھتری ۔ ویش ہو یا شودر ۔ مگر جن بچّوں کو بچپن میں بگاڑا اور نیک صحبت سے دُور رکھا جائے گا ۔ اُن کی یہی حالت ہوتی ہے اچھا اب آگے بڑھو ۔ اس سے ملا دینا میرا کام تھا ۔ اب اس کو اُپدیش دے کر ٹھیک کرنا تمہارا کام ہے ۔

شنکر ۔ پربھو ہیرے کو ہیرا کاٹتا ہے ۔ اور براہمن کو براہمن ہی ٹھیک کر سکتا ہے بس اب آپ یقین کر لیں کہ سُدھر گیا ۔ ادھر میں نے اُپدیش منتر پڑھا اور اُدھر اس کے سر پر چڑھا ہوا بھوت اُتر گیا ۔

(کرشن اور شنکر کا جانا ۔ رنبھا اور بلوا منگل کا آنا)

بلوا ۔ بھول جاؤ ۔ بھول جاؤ ۔ اگر روتی ہوتی جینا نہیں چاہتی ہو تو بھول جاؤ ۔

رنبھا ۔ بھول جاؤں !

بلوا ۔ ہاں !

رنبھا ۔ کسے ؟

بلوا ۔ مجھے ۔

رنبھا ۔ اپنے پران پیارے کو !

بلوا ۔ تیاگ دو ۔

رنبھا ۔ بحر ہستی میں ترانے والے مہارسے کو !

بلوا ۔ چھوڑ دو ۔

رنبھا ۔ زندگی کے میدان میں اندھیری راتوں میں راستہ بتانے والے ستارے کو !

بلوا ۔ بھلا دو ۔

رنبھا ۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا ۔

بلوا ۔ تمہیں ایسا کرنا ہوگا ۔

رنبھا ۔ ایک ہندو عورت ایسا کبھی نہیں کر سکتی ۔ پیاس سے مرتے ہوئے کو سونے کے گلاس میں امرت رس نہ دو ۔ اس کے سوکھے ہوئے گلے میں پانی کی دو بوندیں ہی ٹپکا دو ۔ وہ اسی سے جی جائے گی ۔ بہت زیادہ نہیں مجھے محبت کی اچٹتی ہوئی نظر سے ہی دیکھ لیا کرو ۔ میں اسی سے خوش ہو جایا کروں گی ۔

بلوا ۔ رنبھا تم سندر ہو ۔ اور اتی سندر ہو سنگیت کو تیا چتر کاری ان تینوں کے سمبندھ سے جو سندرتا سے سندر وستو اتپن ہوتی ہے اس سے بھی ادھک سندر ہو سورج کی طرح تیز ۔ چاند کی طرح چمکنے والی ۔ اندر بان کی طرح منوہر ۔ بھارت کی طرح

بان اور گنگا کی طرح شدھ ہو۔ مگر پھر بھی میں تمہیں پیار نہیں کر سکتا۔

رنبھا۔ مگر کیوں کس لئے ؟

بلوا۔ یہ میں نہیں جانتا۔

رنبھا۔ آخر پھر بھی۔

بلوا۔ اس کے سوائے کچھ نہیں کہا جاتا۔ کہ تم پیار کے لئے بنائی گئی ہو۔ مگر مجھ سے پیار نہیں ہو سکتا۔ میں یہاں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ تم کو اس قابل نہیں پاتا۔ اس لئے پیار نہیں کرتا۔

رنبھا۔ لیکن اس کا سبب کیا میں نے اپنے کسی ارادہ یا طرز روش سے اپنے ہندو دھرم یا چادر عصمت پر داغ لگایا ہے یا تم نے مجھ میں کوئی عیب پایا ہے؟

بلوا۔ سورج میں روشنی کے ساتھ گرمی۔ چاند میں ٹھنڈک کے ساتھ داغ۔ گل میں خوشبو کے ساتھ خار ہے۔ مگر تم میں اس عیب کے سوائے کہ تم بے عیب ہو۔ اور کوئی عیب نہیں ہے۔ پھر بھی میں تمہیں پیار نہیں کر سکتا۔ براہمن زادی میں تم سے محبت نہیں کر سکتا۔

رنبھا۔ اگر تم میری پرواہ نہیں کرتے تو اب یہ بتاؤ۔ کہ اس دنیا میں میرے لئے اور کیا باقی رہ جاتا ہے!

بلوا۔ میرے سوائے اور سب کچھ۔

رنبھا۔ مگر میرے تو سب کچھ آپ ہیں۔ میری طرف دیکھو۔ جس طرح زمین اپنے تمام شہروں، پہاڑوں۔ سمندروں کو ساتھ لئے ہوئے سورج دیوتا کے اردگرد چکر لگا رہی ہے۔ اسی طرح میری روح بھی اپنی تمام خواہشوں کو ساتھ لے کر تمہارے اردگرد چکر کھاتی ہے۔ جب تم ہنستے ہو تو اس میں دن نکل آتا ہے اور جب تم منہ پھیر لیتے ہو تو پھر میرے لئے رات ہو جاتی ہے ؎

مرے سُکھ چین بھی تم اور قرار بھی تم ہو
مرا آدھار بھی تم ہو سنگار بھی تم ہو
جو تم مرے ہو تو سارا جہان میرا ہے
وگرنہ کچھ نہیں ہے ہر طرف اندھیرا ہے

بلوا۔ رنبھا عورت دُنیا کی طاقت ہے۔ عورت کی طاقت آنسو ہیں جو ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے نکل کر رنج میں سفید پڑی ہوئی گلاب کی پنکھڑیوں کو دھیتے اور شدت درد میں اُچھلتے ہوئے سینہ پر پڑے ہوئے آنچل کو بھگو دیتے ہیں۔ مگر ایک نہایت غریب عورت کے آنسوؤں کا کس پر اثر ہو سکتا ہے؟ اُس پر جس کے پاس دل ہے آنکھ ہے۔ ہوش ہے۔ جوش ہے۔ رحم ہے۔ دھرم ہے۔ مگر بلوا منگل کے پاس جس نے اپنے آپ تک کو چنتامنی کے حوالے کر دیا ہے اب کیا باقی ہے ؎

اُس سے ملکر کھو گیا ہے ہوش بھی اور میرا دل
جس کے تر دریا ہیں ہو برسات کا ایک قطرہ جل
میرا کہنا ہے کہ بیٹھ اب دل یہ کہتا ہے نکل
میں یہ کہتا ہوں نہ چل اور پاؤں کہتے ہیں کہ چل
تکتا ہے جب کوئی مڑ مڑ کر پلٹ آتا ہوں میں
ایک طاقت ہے جدھر کھینچے اُدھر جاتا ہوں میں

رنبھا۔ نہیں نہیں۔ ایسا نہ کہو میں تمہیں تمام دنیا ملنے پر بھی نہیں چھوڑ سکتی تم میرے مالک ہو۔

بلوا۔ مگر اُسے ایک حسین طوائف نے اپنا غلام بنا لیا ہے۔

رنبھا۔ میرے زیور تم ہو۔

0025 4NS

MUNICIPAL COMMITTEE NANKANA SAHIB

بلوا۔ جو ایک رنڈی کے ہاں رہن ہے۔

رنبھا۔ میرے دھرم ہو۔

بلوا۔ بگڑا ہوا۔

رنبھا۔ میرے مقدر ہو۔

بلوا۔ پھوٹا ہوا۔

رنبھا۔ میری اُمید ہو۔

بلوا۔ مگر بر نہ آنے والی۔

رنبھا۔ میری دُنیا ہو۔

بلو۔ مگر اُجڑی ہوئی۔

رنبھا۔ رحم۔ رحم۔ اِن آنسوؤں پر۔ اِن جوڑے ہوئے ہاتھوں پہ رحم ؎

جھڑک دو جب پڑوں آگے چھڑا لو مجھ سے ہاتھ اپنے
اسی دن کے لئے مجھ کو بیاہ لائے تھے ساتھ اپنے

بلوا ؎ نہ اب وہ وعدے ہیں اور نہ وہ قسمیں نہ وہ رسمیں
نہ وہ میرا جی نہ ہے وہ دل نہ دل بس میں نہ میں بس میں
کہیں قابو نہیں چلتا رہوں بن میں کہ بیلے میں
میں وہ تنکا ہوں بہہ جاتا ہے جو پانی کے ریلے میں

(بلوا کا رنبھا کو جھڑک کر جانا۔ رنبھا کا زمین پر گرنا۔ سہیلیوں کا دوڑ کر آنا۔
اور رنبھا کو اُٹھانا)

گانا سہیلیاں۔ پیاری جی نہ کڑھا۔ دل کو سنبھال تو۔

میری پیاری ناحق شوک نہ پالی تو۔ میری پیاری۔

دُکھ کے بھنور میں آن پھنسی ہوں۔

داتا مصیبت ٹال تو۔ میری پیاری جی نہ کڑھا۔
جل تھل بیری رین اندھیری انت کال نے ہے گھیرا۔
پار کرے گا ایشور بیڑا۔
دل سے یہ خوف نکال تو۔ میری پیاری جی نہ کڑھا۔

باب پہلا پردہ پانچواں

طوائف چنتامنی کا مکان

(میراسیوں کا آکر جاجم بچھانا۔ تکیے لگانا۔ پاندان لانا)

پہلا میراسی۔ کہو بڑی بائی کیا کر رہی ہیں؟

دوسرا۔ چھوٹی بائی کو سان پر چڑھا رہی ہیں۔

پہلا۔ یعنی چھری کو دھار دیکر تیز بنا رہی ہیں۔

دوسرا۔ دھار نہ دی جائے گی۔ تو سیٹھ ساہوکاروں کے گلے کیسے کٹیں گے۔ روٹھنا۔ چھنیا۔ ٹھکنا۔ ٹھنڈی سانسیں بھرنا۔ انگڑائی کے بہانے گدرے ہوئے جوبن کا اُبھار دکھانا۔ دانتوں کے تلے ہونٹ دبانا۔ قسم کھانا۔ جھجک کے پان دیتے وقت چونکنا اور تیوری چڑھاتے ہوئے مسکراہٹ کے ساتھ بدن سمیٹ کر پیچھے ہٹ جانا۔ کبھی آنکھوں میں آنسو بھر لانا۔ منہ پھیر کر مسکرانا۔ غرض تماش بینوں کو پھنسانے کے جتنے گھر گھاٹ اور جتنے چونگے ہیں سب بتلا دیئے۔ اور سب بتلا کر چھوڑیگی۔ تھوڑے ہی دنوں میں دیکھ لینا۔ کہ چھوٹی بائی جی پتھروں سے پانی نچوڑے گی۔

پہلا میراسی۔ مگر یار وہ براہمن کا خوبصورت لڑکا بابو منگل گوند کی طرح بے ڈھب

چپک گیا ہے۔ اگر کبھی جھانسا دے کر بائی جی کو لے اُڑا تو بڑا ہی گھاٹا رہے گا۔ ہمارے مانگنے کھانے کا ٹھیکہ ہی ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

دوسرا میراسی ۔ اجی ایسا ہوگا تو دیکھا جائے گا۔ کوئی اور گھر ڈھونڈھ نکال لیں گے۔ ایک جانور اڑ گیا۔ تو کیا ہوا۔ دوسرا پال لیں گے۔

(پکارنا) ماتادین ابے او ماتادین!

طبلچی اور سارنگیا باری باری سے
سُر میں ماتادین کو پکارتے ہیں۔

نائیکہ ۔ (اندر سے) کیا ہے اُستاد جی۔ ماتادین تو گھر میں نہیں ہے۔

میراسی ۔ اجی بائی جی افیون منگانی تھی۔

نائیکہ ۔ ٹھیرو۔ میں لے آتی ہوں۔

(پہلے نائیکہ کا بعد میں تماشبینوں کا آنا۔)

سب تماشبین ۔ رام رام نائیکہ جی رام رام۔

نائیکہ ۔ آیئے آیئے۔ بہت دنوں میں نظر عنایت کی۔ ہم تو سمجھے تھے۔ کہ آپ صاحبان ہم کو بھول ہی گئے۔

مارواڑی ۔ ارے تم تو سورگ کی اپشرا ہو۔ اپشرا۔ تم کو تو ہم نرک میں بھی نہیں بھول سکتے۔

پہلا تماشبین ۔ مگر چندر کہاں گا۔ بائی جی آج گھر میں اندھیرا کیوں ہو رہا ہے۔ چھوٹی بائی جی کہاں ہیں؟

مارواڑی ۔ ارے ہاں یہ تو تماشا نجہ کا بھی کھوتو کھل گیا۔ پس ابھی تک اصل رقم کا تو بیوپڑی نہیں۔

نائیکہ ۔ وہ بھی آتی ہے۔ مگر حکم کیجیئے۔ اصل چیز تو آپ کی خدمت میں موجود ہے۔

مارواڑی ۔ اصل تو ہے۔ ہم تو سود کے لالچ میں یہاں آئے ہیں۔

نائیکہ۔ ابھی بلاتی ہوں (آواز دینا) چنتامنی۔ بیٹا چنتا۔

چنتامنی۔ (اندر سے) آئی ماتا جی۔

نائیکہ۔ آ رہی ہے۔ آئیے۔ تشریف رکھیئے۔ مہربانی کیجئے۔

مارواڑی۔ آئی آئی۔ کیا بھینس کی طرح جھومتی ہوئی آتی ہے۔

چنتامنی۔ (آ کر) بابو صاحب سلام۔

سب۔ رام۔ رام۔ رام۔ رام۔

چنتا۔ سیٹھ جی بندگی۔

مارواڑی۔ بندگا بیوی صاحبہ بندگا۔

دوسرا تماشبین۔ سیٹھ جی بندگا کیا۔

مارواڑی۔ یہ بندگی کی بغل میں رہتا ہے۔ اس لئے اسے بندگا کہتے ہیں۔

چنتا۔ اے ہے۔ سوبھاگ چند سیٹھ میں ایسا جانتی تو تم سے ہیرے کے کڑے کی فرمائش ہی نہ کرتی۔ آپ نے اس دن سے درشن دینا ہی چھوڑ دیا۔

مارواڑی۔ ارے ہیرے کا کڑا تو کیا تمہارے واسطے ان کی تماشبینوں کو بتا کر جان تک حاضر ہے کیا کروں میں ذرا گھین داس سیٹھ کی ساس کیساتھ کاشی یاترا کو چلا گیا تھا۔

چنتا۔ او ہو کاشی یاترا کو گئے تھے۔ جب تو گنگا جی میں سب پاپ دھل گئے ہوں گے۔

مارواڑی۔ وہ تو سارے پاپ دھل گئے۔ اب تمہارے یہاں نیا پن جمع کرنے آئے ہیں۔

تیسرا تماشبین۔ اچھا اب کچھ چکا اڑے۔

چوتھا۔ ہاں استاد جی۔ طبلہ پہ تھاپ لگیئے۔

مارواڑی۔ ہاں چلاؤ چلاؤ۔ دھما دھم۔ دھا۔ تم گدھا۔

بلبل۔ (آ کر) پریم پریم۔ سب اس سے پریم کر رہے ہیں۔ سب بلبل منگل ہیں۔ دنیا اس کی روشنی میں آئینہ کی طرح چمک رہی ہے۔ اور اس میں میں ہی میں نظر آ رہا ہوں۔

پہلا تماشبین - اوہو - کون بلو منگل - اجی آؤ - یار آؤ - تم نے تو اپنے پُرانے دوستوں سے مِلنا جُلنا ہی ترک کر دیا۔

بلو منگل - بیٹھئے "بیٹھے" سیٹھ جی سلام -

مارواڑی - رام - رام (خود سے) یہ رانڈ کا کہاں سے ٹپکا - اب - اس چپٹے کچالو کے سامنے بھُنے ہوئے بینگن کو کون پوچھے گا - (ظاہرا) ہاں جنتا بائی کوئی نخرہ بھی ساتھ ہو جائے۔

گانا جنتا بائی

سجنو! بیری ہو گئے ہمارے

پتیاں ہو تو سب کوئی بانچے - کرموا کون بانچے ہمارے

سارنگی والا ے

دِل کی بے تابی سے کہتا ہوں کہ پیارے آرے

عشق کھینچے ہے میرے سینے پہ آرے آرے

طبلچی ے کل ترے حُسن پہ کس کس نے نظارے مارے

آج وہ جان سے جاتے ہیں بچارے سارے

سجنو! بیری ہو گئے ہمارے۔

بنیا ہو تو سب کوئی کھیوے - عمریا کون کھیوے ہمارے - سجنو! بیری ہو گئے ہمارے

(جنتا کا بیٹھنا)

نائیکہ - سیٹھ سوبھاگ چند - میں نے دو لڑکیاں اور سکھا پڑھا کر تیار کی ہیں کیا اُن کا گانا سُنیئے گا۔

مارواڑی - ہاں - بلاؤ - بلاؤ (لڑکیوں کا آنا)

دونوں کا گانا

جاؤ پیا گھر سوتن کے کیوں جیا کلپاوت ہو۔

بیرن سے پریم رکھ چت بس ۔ جاؤ پیا گھر سوتن کے
چھل بل کرت ہم سے ۔ تڑپت جیا ۔ اٹھت ہوک سی
جاؤ پیا ۔ ۔

دوہا

داہ لگا کے پریم کا ہر لینو سُکھ چین
جیسے بھٹی کانچ کی سُلگت ہے دن رین

جاؤ پیا گھر سوتن کے

سب ۔ واہ وا ! واہ !

(لڑکیوں کا جانا آنا شنکر کا)

شنکر ۔ بھائیو! آپ سے کنارے بیٹھ کر آپ کے آنند میں کیا ایک غریب براہمن بھی تھوڑا حصہ ۔ لے سکتا ہے ؟

دوسرا تماشبین ۔ براہمن دیوتا ۔ پوتھی ۔ پران کتھا ۔ ویاکھیان ۔ اُپدیش چھوڑ کر آپ یہاں کہاں ٹپک پڑے ۔

تیسرا تماشبین ۔ اجی بڑی بائی جی سے دکشنا مانگنے آیا ہوگا ۔

چوتھا تماشبین ۔ مگر بڑی مدت ہوئی ۔ بائی جی نے دان دکشنا دینا ہی بند کر دیا ہے ۔

شنکر ۔ ادھر سے جاتے ہوئے ۔ مردنگ مجرے کی آواز کے ساتھ نازک گلے کی آواز اور واہ وا کے نعرے سُن کر میں یہ سمجھا ۔ کہ بھگت منڈلی میں ہری کیرتن ہو رہا ہے ۔ اس لئے دل للچایا ۔ اور آپ جیسے سجنوں کے درشن کرنیکے لئے یہاں چلا آیا ۔

چوتھا تماشبین ۔ براہمن دیوتا ۔ بھگت منڈلی متھرا نگری میں شری جمنا جی کے کنارے بیٹھی ہوئی ملہار گا رہی ہوگی ۔ یہاں تو چنتا منی کا گانا ہو رہا ہے ۔

سب ۔ چنتا منی کا ۔

شنکر۔ کرشن۔ چنتامنی کا نام یہی تو میں سمجھا تھا۔ واہ۔ واہ۔ واہ!!! دھنباد۔ دھنباد۔ دھنباد۔

بلوا۔ مہاراج کیا آج بھنگ وغیرہ تو نہیں پی آئے ہو۔ ہم پریم نگر میں رہنے والوں میں برج کے رہنے والے کرشن کا کیا کام ہے۔ چنتامنی تو رنڈی کے گھر پیدا ہونے والی (چنتامنی کی طرف اشارہ کر کے) اس مہ جبین کا نام ہے۔

شنکر۔ ہری ہر۔ ہری ہر۔ بھارت باشی اور اُن کے منہ سے ہندو دھرم کی یہ ستیاناشی۔ ہندو دھرم۔ ہندو برن۔ ہندو نام رکھتے ہیں۔ اور پھر جس نام سے اس برج بہاری کرشن بہاری کرشن بھگوان کو یاد کیا جاتا ہے۔ اُسی نام سے ایسی بے شرم رنڈی کو پکارتے ہو۔

کبت

یہ نین کے سین سے دُکھ دے وہ سو دُکھ ایک نظر سے ٹارے
پار کو یہ منجدھار ڈباوے۔ ڈوبت کو وہ پار اُتارے
متر کو یہ شترو سمجھے۔ وہ شترو کو متر بچارے
کال کہاں نند لال کہاں یہ دھرم ہرے وہ جنم سدھارے

شنکر۔ چنتامنی نہیں۔ چنتامنی کہو۔ کیوں یہ تمہارے دھرم اور عقل کو خود غرضی کی محبت میں ڈال کر اپنی آتش حسن سے جلا رہی ہے۔

چنتامنی۔ ارے واہ یہ شیطان تو بڑا ہی زبان دراز ہے۔

شنکر۔ اگر چنتامنی بھی نہیں کہنا چاہتے تو صرف چنتا کہو چنتا۔ کیونکہ جس طرح سوچ اور چنتا لکڑی میں لگی ہوئی دیمک کی طرح انسان کی ہستی اور جوانی کو برباد کر دیتی ہے۔ اُسی طرح رنڈی بھی جونک کی طرح جس کو لپٹی اس کے دین و ایمان۔ زر مکان ان سب کو تھوڑی ہی مدت میں برباد کر دیتی ہے۔

چتا چنتا سما کھیا تا بند و ماترم و ششیتا
چتا دہتا نر جیونک چتا پر ان سو شیم دتا

کیوں کیا سمجھے؟
دوسرا تماشبین - اگر ہم ایک لفظ بھی سمجھے ہوں تو ہم سے پرماتما ہی سمجھے۔
مارواڑی - ہم سب سمجھ گیا۔
تیسرا تماشبین - کیا سمجھے؟
مارواڑی - کچھ بھی نہیں۔
شنکر - چتا اور چنتا میں ایک نقطہ کا فرق ہے اور کچھ فرق نہیں۔ چتا پر ایک بندی بڑھا دو تو چنتا بن جاتا ہے۔ اور چنتا سے ایک نقطہ کم کر دو تو چتا بن جاتا ہے

جیو شریر ادھیر بھے انت سنکٹ اور کٹھنتا
ہاڑ چام اہو مانس جلاوے دکھ سنتاپ ملنتا
چنتا اور چتا کو گیانی ایک سمان ہے گنتا
نرجیون کو چتا جلاوے جیو والوں کو چنتا

سب - چنتا۔
بلوا - ایک تو بغیر بلائے پرائے گھر میں گھس آنا۔ اور اوپر سے گھر والوں کو ہی الٹی سیدھی سنانا۔
شنکر - تو کیا میرا کہنا ٹھیک نہیں۔ اگر نہیں ہے، تو آؤ مجھ سے شاستراتھ کر لو۔
چوتھا تماشبین - کیوں مہاراج۔ آج کچھ گھڑے کی چڑھاوے ہوئے ہو۔
چنتامنی - اجی اس بن مانس سے یہ تو پوچھئے۔ کہ کونسے چڑیا گھر سے چھوٹ کر یہاں آیا ہے۔
مارواڑی - بس مہاراج اپدیش دے چکے۔ اب اگر گانا سننا ہے تو چونچ کو سنبھال کر ایک کونے میں بیٹھ جاؤ۔ ہاں استاد جی گاڑی آگے بڑھاؤ جہاں سے جدھر جاؤ۔

شنکر۔ بُدھی جن کی بند ہے سمجھے نہ سمجھائے
اُدھر کھیت میں بُ ٹیکے بیج اکارتھ جائے

مارواڑی۔ شپ (چپ) ہاں چنتامنی بائی۔ کوئی ناچ کے ساتھ ہو جائے۔

چنتا کا گانا

تورے کارے نینواہیں جادو بھرے
کیسے بانکے رسیلے نرالے تورے کارے
ظاہرا پیار کرے۔ اور پھر وار کرے۔ ظاہرا پیار کرے۔
ان اداؤں پر نثار۔ سب بناوٹ کا ہے پیار۔
یہ نہ فرمائے گا۔ اجی بس جائے گا ؏
کیونکر اب اس نگہ ناز سے جینا ہوگا!
زہر دے اُس پہ یہ تاکید کہ پینا ہوگا:

تماشبین۔ گمن کے مارے ہمارا بھرکس نکار ڈارو۔
بن ٹھن کے جیا گلے میں پھولن کے ہار ڈارو۔
تمری قسم بی چنتا ہم کا تو مار ڈارو۔ تورے کارے نینواہیں۔

(شنکر کا دھیان میں جھومنا)

پہلا تماشبین۔ اِدھر دیکھنا۔ براہمن مہاراج بھی مزے میں آنے لگے۔ اُپدیش اور بڑائی کو چھوڑ کر سر کو ہلانے لگے۔

دوسرا تماشبین۔ کیوں مہاراج من ہی من میں کیا سوچ رہے ہو۔

شنکر۔ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ جس طرح یہ منو ہر مورت چھوٹے شاعروں کے چھوٹے شعر گا کر تمہاری خواہش نفسانی کو بھڑکا رہی ہے۔ اُسی طرح اگر پاک خیالات اور دِل کے ساتھ اُس پرم دھرم کی پرستش کرتی۔ تو آج یہ بہشت کے عیش کرتی اور یہ گھر اور

یہ کان جو جھوٹی للکاروں اور واہ واہ کے نعروں سے گونج رہا ہے اگر یہی ہر نام اور جیون سے گیت بجتے ہوتے تو ہر طرف عیش و آرام کی بارش برستی ہوتی ؎

ست دیکھ کے منہ کو پھیر لیں کریں اسٹ کو پیار
زکھت پر پرکھت نہیں بدھی کے بلہار
کھرا چھوڑ کر جھوٹے میں جو ڈھونڈھے ہیں سکھ چین
اندھے ان کے بھاگ ہیں اندھے اُن کے نین

چوتھا تماشبین ۔ برہمن دیوتا نے پھر اُپدیش شروع کر دیا۔

شنکر ۔ ارے بھائی ہیں کیا ۔ تم سُنتے ہی نہیں ۔ تمہیں تو یہ طبلہ سارنگی اور مجیرا تک اُپدیش دے رہے ہیں۔

پہلا تماشبین ۔ جب تو طبلہ سارنگی اگلے جنم میں ضرور کسی پنڈت کے گھر پیدا ہوئے ہونگے۔

شنکر ۔ دیکھو یہ چمڑا اور لکڑی سے بنا ہوا مردنگ بے سمجھ بچہ کی طرح اس چمکیلے کھلونے کے پیچھے دوڑتا دیکھ کر کہتا ہے ۔ دھر گنوانگ دھک دھک ۔ دھر گنوانگ یعنی دھنتکار ہے دھنتکار ہے اُس پر یہ سارنگی اور مجیرا پوچھتے ہیں ۔ کن ۔ کن ۔ کن ۔ یعنی کون دھنتکار کے لوگ ہیں ۔ تس پر یہ تمہاری ناچنے والی آنکھیں مٹکا کر اور ہاتھ اُٹھا کر بتلاتی ہے آ آ آ ۔ یعنی یہ سب کے سب دھنتکار کے پاتر ہیں۔

دوسرا تماشبین ۔ پاگل ہے تو کیا ہوا ۔ مگر بات پتے کی کہتا ہے۔

شنکر ؎
پری پورن پاپ کے کارنے بھگونت گنتھا نہ رچے جن کو
تے انگ کو سنگ میں کھیل دیئے دیئے نجاوت ہیں پر نا ان کو
مردنگ کہے دہک ہے دہک تو مجرا کہے کن کو کن کو
تب ہاتھ اُٹھا کر کہتا ہے وہ ان کو ان کو ان کو

نائیکہ ۔ ارے واہ بہت اچھے یہ بکتا جاتا ہے اور تم چُپکے سُن رہے ہو مار کر نکالو اس پاگل کو۔

(سب کا شنکر کو مارنا)

شنکر۔ باپ رے مر گیا۔ مر گیا۔

سب۔ نکل جاؤ باہر۔

شنکر۔ جاتا ہوں۔ بابا جاتا ہوں۔ ہائے ہائے ان کو سدھارنے آیا تھا۔ اور خود ہی سدھر گیا۔

(جانا شنکر کا)

پہلا تماشبین۔ واہ واہ!! چنتا بائی۔ بڑا آنند دیا۔ اب ہم جاتے ہیں۔

چنتا۔ پھر کب آئیے گا؟

دوسرا۔ جس وقت بلائیے گا۔

تیسرا۔ ؎ چنتا یوں بھی سنیں آواز تو باہر نکل آئیں!
کوئی پیر رستے چل کر آئے ہم آنکھوں کے بل آئیں

(بلوا منگل کے سوا سب کا جانا اور مارواڑی کے گلے سے چنتا کا نخرے سے کنٹھا نکال لینا)

بلوا۔ پیاری چنتا اگر میں یہ جانتا کہ تمہاری ان مست اور نشیلی نینوں سے مجھے جامِ محبت پینا ہوگا تو میں براہمن کے گھر پیدا ہونے کے بدلے ضرور کسی چھتری کے گھر پیدا ہوتا۔

چنتا۔ یہ کس لئے؟

بلوا۔ اس لئے کہ جس طرح برسات کے مہینہ میں جھومتے ہوئے پھول پر پانی کی ہلکی پھلکی پھوہار پڑتی رہتی ہے۔ اسی طرح تمہارے اس خوبصورت چہرے پر دُنیا کی حریص نگاہوں کا تار بندھا رہتا ہے۔ اگر یہی حال رہا تو مجھے ضرور جھگڑنا پڑیگا۔

چنتا۔ اگر تم ایسے ہی ارادے ظاہر کروگے۔ تو میں سمجھ لوں گی کہ تم پاگل ہو گئے ہو۔

بلوا۔ تو کیا تمہیں میرے پاگل ہونے میں کوئی شک ہے۔ جب تم گہری نیند میں سو جاتی

ہو۔ تو میں تمہارے سرہانے بیٹھ کر تمام رات تمہارا مُنہ دیکھا کرتا ہوں جب تم نیند میں ٹھنڈی سانس لیتی ہو۔ تو خوف سے تھرتھراتا ہوں۔ جب تُم جاگتی ہو۔ تو مُسکراتا ہوں۔ اور جب تم بولتی ہو تو اپنے دل کے اندر خوش ہوتا ہوں۔ اور تمہاری دلکش آواز مجھے دیوانہ بناتی ہے۔ تو کیا یہ باتیں مجھے پاگل ثابت نہیں کر سکتیں۔ سے

آنکھ میں صورت تری ہونٹوں پہ افسانہ ترا
دل بھی دیوانہ ترا اور میں بھی دیوانہ ترا

گانا

بلوا۔ جا چت میں چنتا بسے وا چت چین نہ آئے
ستی سنت کٹارے رُوپ کو من پرے کا پائے

چنتا۔ پیہروا کلیجے اُٹھے موہے پیر۔
ہاں تم بن ناہیں پڑے موکو دھیر۔ پیہروا

بلوا۔ توری نجریا۔

چنتا۔ بانکے سنوریا۔

بلوا۔ جیسے دودھاری کٹار۔
مارے ہر آن۔ بھون کی کمان تک تک تان۔

چنتا۔ ظلمی کرت وار۔ پیہروا۔

باب پہلا پردہ چھٹا

بلوا منگل کا مکان

(بلوا منگل کے باپ کا بستر مرگ پر پڑے نظر آنا)

{ رنبھا کا ہاتھ میں دوا کا پیالہ لئے ہوئے آنا
نوکروں کا دست بستہ کھڑے دکھائی دینا }

رامداس - پُتر پُتر - ایک دُکھ بھری پکار ہے - جو جھنتوں اور دیواروں سے ٹکرا کر ہزاروں گھروں میں گونج پیدا کر رہی ہے - جس استری کو کوئی ماتا کہنے والا نہیں - وہ اولاد کی ہزار منتیں مانتی ہے - تیرتھ کرتی ہے - سادھو سنتوں کی خدمت کرتی ہے - اور ہر ایک شخص کے قدموں میں سر جھکاتی ہے - جب مراد دل بر آتی ہے تو بدصورت اولاد کو بھی دسترتھ کے لال اور برج کے بال گوپال یعنی رامچندر - اور سری کرشن سے بھی زیادہ خوبصورت اور محبت کے لائق سمجھ کر اس کی پرورش اور حفاظت میں دُنیا کے سب کاروبار ہر م - پاپ سب کچھ بھول جاتے ہیں -

رنبھا - (دوا کا پیالہ آگے بڑھا کر) پی لیجئے -

رامداس - خاندان کا نام روشن کریگا - سیاہ بختی میں ساتھ دیگا - پیری میں سہارا ہوگا جیوں جیوں عمر میں وہ بڑھتا گیا - ماں اور باپ کی آرزوئیں بھی بڑھتی گئیں - مگر کتنے ماں باپ ہیں جن کو اپنے لگائے ہوئے درخت سے اچھا پھل ملتا ہے - کتنے ایسے بیٹے ہیں جو ماں اور باپ کے کلیجے کو ٹھنڈا رکھتے ہیں -

(نوکروں کا داخل ہونا) کیوں بلا آیا -

نوکر - اُمید ہے کہ آجائیں گے -

رامداس - اُمید ہے مگر یقین نہیں - استری تڑپ رہی ہے باپ بستر مرگ پر پڑا ہے - اپنے بیگانے دوڑے ہوئے آرہے ہیں - مگر وہ ایک ہفتہ سے بھی زیادہ گزرنے کے بعد رنڈی کے گھر سے نکلنا نہیں چاہتا تم بلانے جاتے ہو - پھر بھی وہ نہیں آتا -

نوکر - مہاراج مجھے ڈر ہے کہ اس رنڈی نے اُن پر جادو نہ کر دیا ہو -

رامداس ۔ جادو نہ کر دیا ہو۔ وہ پاگل ہو گیا ہے۔ بس تو پاگل کا میرے گھر میں کوئی کام نہیں۔ جاؤ دروازے پر کھڑے رہو اور جب وہ گھر کے اندر داخل ہونا چاہے تو میری طرف سے اُس کو روک دو۔

ملازم ۔ روک دوں؟

رامداس ۔ ہاں اُسے کہو کہ تمہارے باپ کو ایسے نالائق بیٹے کی جیسے کہ تم ہو کوئی ضرورت نہیں۔ اس لئے نکل جاؤ۔ واپس ہو جاؤ۔ اور اپنی موجودگی سے اس پاک گھر کو ناپاک نہ کرو۔

ملازم ۔ مگر مہاراج وہ مان جائیں گے؟

رامداس ۔ یہ گھر میری سلطنت ہے اور میری مرضی سلطنت کا قانون ہے۔ اس لئے اُس کو ماننا پڑے گا۔

ملازم ۔ آپ کی مرضی۔ مگر یہ سلوک بہت ہی بُرا ہے۔

رامداس ۔ چُپ رہو۔ میں نے صلاح اور مشورہ دینے کے لئے تم کو نوکر نہیں رکھا ہے میرا کام ہے کہ تم کو حکم دوں اور تمہارا کام ہے کہ اُس کی تعمیل کرو۔

رنبھا ۔ نہیں پتا جی نہیں وہ لوگ جن کے سُدھار کی کوئی اُمید نہ تھی۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ معمولی دباؤ اور بناؤ نے اُن کو بدل کر کچھ سے کچھ بنا دیا ہے۔ اس لئے اُنہیں آنے دیجئے۔ آپ کی اور گھر کی یہ حالت دیکھ کر شاید اپنے سُدھار پر تُل جائیں اور جو آنکھیں بند ہیں۔ آپ کے سمجھانے سے کھل جائیں۔

رامداس ۔ بیٹی اُس سے اب یہ اُمید رکھنا بالکل بیکار ہے۔

رنبھا ۔ مگر پتا جی اُمید ہی کے سہارے پر یہ سنسار ہے۔

رامداس ۔ اچھا تو آنے دو۔ ہے پرماتما۔ میں تجھ سے اور کچھ نہیں مانگتا صرف مجھے شانتی دے۔

رنبھا ۔ ہے ایشور میں تجھ سے کچھ نہیں مانگتی۔ بس اتنا مانگتی ہوں، کہ تو اُنہیں سمجھ دے۔

باوا ۔ (اندر سے) سروجنی کونسے کمرے میں ہے؟

ملازم ۔ اُنہیں کی آواز ہے شاید چھوٹے حضور آ گئے۔

بلوا۔ (اندر آ کر) پتاجی پرنام۔ کیوں کیسی طبیعت ہے؟

رامداس ۔ جی رہا ہوں۔

بلوا ۔ اوہو مجھے ورشن کئے ہوئے آٹھ یا دس روز ہوئے ہیں کہ اتنے عرصہ میں آپ کی حالت ایسی بدل گئی۔

رامداس۔ ایشور کے سوائے دُنیا کی کونسی شے ایک حالت پر قائم رہتی ہے بلوا ٹھیک سال کے کتنے مہینے ہوتے ہیں۔

بلوا۔ بارہ۔

رامداس ۔ اور بارہ مہینے میں کتنے دِن ہوتے ہیں۔

بلوا۔ تین سو پینسٹھ

رامداس۔ اب میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ ان تین سو پینسٹھ دنوں میں تم نے ایک بار بھی خیال کیا۔ کہ میں کیا کر رہا ہوں اور جو کرتا ہوں اُس کا نتیجہ کیا نِکلے گا؟

بلوا۔ یعنی اس سے مراد؟

رامداس ۔ اس سے میری مراد یہ ہے کہ ابھی وقت باقی ہے۔ موقعہ ہاتھ میں ہے دروازے کھُلے ہوئے ہیں اس لئے تاریکی سے باہر آؤ۔ اِرد گرد کی حالت پر نظر ڈالو۔ برائی بھلائی کا خیال کرو اور بستر مرگ پر پڑا ہوا ضعیف باپ جو نصیحت کرے۔ برخوردار بن کر اُسے مانو۔

بلوا۔ سُنیئے پتاجی۔ جب تک بچّہ کمزور ہے ٹانگیں کانپتی ہیں۔ چلنے پھرنے میں بار بار گر پڑتا ہے۔ تب تک اُسے ضرور ماں باپ کی امداد چاہیئے اور جب وہ طاقت و عقل سے پُورا ہو کر چلنا پھرنا اور دوڑنا سیکھ جائے تو پھر اُسے کسی کی امداد اور احسان کی ضرورت نہیں۔

رامداس ۔ کس لئے؟

بلوا ۔ اس لئے ۔ عرض یہ ہے ۔ کہ آپ مجھ کو نصیحت کی تکلیف گوارا نہ کریں ۔

رامداس ۔ تو تم کو نصیحت کی ضرورت ہی نہیں؟

بلوا ۔ کچھ نہیں ۔

رامداس ۔ ذرا نہیں؟

بلوا ۔ بالکل نہیں ۔

رامداس ۔ کیوں؟

بلوا ۔ یوں کہ کیا کرنا اور کیا نہ کرنا ۔ یہ میں خود اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں ۔

رامداس ۔ بلوا آدمی کھیت بوتا ہے پھل کھانے کے لئے ۔ اور خدمت کرتا ہے انعام پانے کے لئے محنت کرتا ہے ۔ فائدہ اُٹھانے کے لئے اب میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ میں نے تمہیں پالا ۔ دُکھ تکلیف میں سنبھالا ۔ تم کو آدمی بنانے کے لئے اپنے آپ کو مٹا ڈالا ۔ اُس کا تم نے کیا بدلہ دیا ۔ ان خدمتوں اور مہربانیوں کا مجھے کیا ثمرہ ملا؟

بلوا ۔ تو مجھے ان مہربانیوں سے کب انکار ہے ۔ میں مانتا ہوں کہ میرا بال بال آپ کا قرضدار ہے ۔

رامداس ۔ تو پھر یہ قرض؟

بلوا ۔ ضرور ادا کر دوں گا ۔

رامداس ۔ کب ۔ کس دن ۔ کس طرح ۔ کس چیز سے ۔ دل تھا وہ ناپاک خیال کی نذر کیا ۔ محبّت تھی وہ ایک بازاری طوائف کو دے ڈالی ۔ دھرم تھا سو وہ پاپ کے حوالہ کر دیا ۔ اب تمہارے پاس میرا قرض ادا کرنے کے لئے رکھا ہی کیا ہے ۔ اگر کچھ ہے تو لاؤ ۔ میں آج تم سے اپنی خدمت ۔ اپنی محبت ۔ اپنے احسان ہر ایک چیز کا بدلہ چاہتا ہوں

بلوا ۔ آپ بدلے میں کیا چاہتے ہیں؟

رامداس ۔ دھن ۔ دولت ۔ خوشامد خدمت کچھ نہیں ۔

بلوا ۔ پھر؟

رامداس ۔ اِدھر دیکھ وہ بھارت کی ہندو لڑکی جس کی ذات میں پرماتما نے شکنتلا کی خوبصورتی ۔ سیتا کا پتی برت دھرم اور رادھکا کی محبت جمع کر دیئے ہیں اس کے لئے محبت کا سلوک اور اپنے واسطے فرمانبرداری کی عادت ۔

بلوا ۔ محبت کے سوائے اس کے واسطے سب کچھ کر سکتا ہوں ۔

رامداس ۔ مگر وہ محبت کے سوا تم سے اور کچھ نہیں مانگتی ۔

بلوا ۔ میرے پاس سب کچھ ہے ۔ محبت نہیں ہے ۔

رامداس ۔ تو جواب؟

بلوا ۔ لاچاری ۔

رامداس ۔ انکار کی وجہ؟

بلوا ۔ بے اختیاری ۔

رامداس ۔ کیا کہتا ہے؟

بلوا ۔ بزدل کہلاتا ہے ۔

رامداس ۔ کدھر جاتا ہے؟

بلوا ۔ جدھر وہ لئے جاتا ہے ۔

رامداس ۔ تو اس کے لئے کوئی امید نہیں ۔

بلوا ۔ کوئی نہیں ۔

رامداس ۔ کچھ؟

بلوا ۔ کچھ نہیں ۔

رامداس ۔ اچھا بہت اچھا ۔ یوں ہے تو یونہی سہی ۔ یہ تیری کوئی نہیں ہے ۔ تو بس تو بھی میرا

کوئی نہیں ہے۔ تو اس کا حق لوٹ کر ایک بازاری عورت کو دیتا ہے تو میں تیرا حق چھین کر اسے بخشتا ہوں۔ رنبھا ادھر آؤ۔ اور آگے بڑھو

رنبھا۔ نہیں پتاجی۔ مجھ بدنصیب کے لئے انہیں ناراض نہ کیجئے۔ دُکھ سُکھ سب مقدر کیساتھ ہیں۔ میں ان کی داسی ہوں۔ اور داسی کو مالک سے کوئی چیز زبردستی لینے کا اختیار نہیں ہے۔

رامداس۔ نہیں رنبھا نہیں۔ میں تم کو اس پاپی شرابی بے رحم پر چھوڑ کر اس دُنیا سے جانا نہیں چاہتا۔ اس لئے سامنے آؤ۔ میں کہتا ہوں کہ آگے بڑھو۔

(رنبھا کا آگے بڑھنا۔ رامداس اپنی جیب سے ایک کاغذ نکال کر رنبھا کے ہاتھ میں دے دیتا ہے)

رنبھا۔ یہ کیا ہے؟

رامداس۔ میرا وصیت نامہ میرے اچھے خیالات جن سے میں اپنا گھر۔ گاؤں۔ زر۔ زیور زمین۔ جائداد۔ باغ۔ گاڑی۔ گھوڑا۔ غرض جو کچھ کہ میری ملکیت ہے سب کا وارث تمہیں اور صرف تمہیں قرار دیتا ہوں۔

بلوا۔ وارث کس کو؟

رامداس۔ اس کو۔

بلوا۔ بیٹے کے ہوتے ہوئے بہو کو۔

رامداس۔ ارے میرا بیٹا میرا بیٹا میرا سہارا۔ میری اُمید جو کچھ ہے اب ہے جا اُٹھ میں نے تجھ کو اپنے دل سے الگ کر دیا ہے۔ اپنے بدن کا سڑا ہوا غلیظ حصہ سمجھ کر کاٹ کے پھینک دیا ہے۔

بلوا۔ تو کیا آپ اپنے بیٹے کو غیر کی بیٹی پر بھینٹ چڑھانا چاہتے ہیں؟

رامداس۔ کون بیٹا۔ کیسا بیٹا۔ کس کا بیٹا۔ بیٹا۔ بیٹا جا اُٹھ نکل۔ جو کرنا تھا کر چکے۔ آج سے ہم ایک دوسرے کے لئے مر چکے۔

بلو۔ پتا جی سفید کاغذ پر کالی لکیریں کھینچ دینے سے ایک کی قسمت دوسرے سے نہیں بدل سکتی۔ اور آپ کس قاعدہ سے حقدار کا حق غیر حقدار کو دے رہے ہیں؟

رامداس۔ دولت کس کی ہے؟ میری۔ کس نے پیدا کی؟ میں نے۔ بس تو میرا کون ہے جو ہاتھ پکڑ سکتا ہے۔ میں مالک ہوں جسے چاہوں دے ڈالوں تو مجھے ہرگز نہیں روک سکتا۔

رنبھا۔ نہیں پتا جی نہیں میں اپنے سر پر سونے کا چھتر نہیں چاہتی۔ صرف آپ کے ہاتھ اور آپ کی دُعا کا سایہ چاہتی ہوں۔ یہ دولت جس کا حق ہے اس کو دے دیجئے۔

رامداس۔ دولت اُسے دینا چاہیئے جو دولت کو سنبھالنا اور ٹھیک جگہ پر خرچ کرنا جانتا ہو۔ ایک بیوقوف بدچلن کو دولت دینا ایسا ہے۔ جیسا ایک پاگل کے ہاتھ میں دو دھاری تلوار دے دی جائے۔ وہ جہاں جائے گا۔ ضرور کسی نہ کسی کا خون بہائے گا۔

رنبھا۔ تو کیا آپ اپنا ارادہ نہیں بدل سکتے؟

رامداس۔ نہیں۔

رنبھا۔ اِن کو نہیں دے سکتے؟

رامداس۔ نہیں۔

رنبھا۔ میرے لئے ہے۔

رامداس۔ ہاں۔

رنبھا۔ اچھا بہت اچھا۔ تو میں اس دولت کو منظور کرتی ہوں۔

(ہاتھ بڑھا کر کاغذ لے لینا)

بلوا۔ منظور کرتی ہو۔ کس حق سے۔

رنبھا۔ اب یہ کہیئے کہ میں آپ کے دیئے ہوئے دھن کو اپنی مرضی کے مطابق خرچ کردوں تو آپ روکیں گے تو نہیں؟

رامداس۔ نہیں۔

رنبھا۔ اگر یہ دھن میں کسی کو دوں۔ یا کہیں کھو دوں۔ تو آپ مجھ سے کوئی جواب تو نہ مانگیں گے؟

رامداس۔ ہرگز نہیں۔

رنبھا۔ بہت اچھا تو میں یہ تمام دولت آپ سے لے کر اس آدمی کو جس سے بڑھ کر مجھے اس دنیا میں کوئی پیارا نہیں ہے دیتی ہوں۔ میرے پران ناتھ اسے قبول کرو۔

رامداس۔ رنبھا۔ رنبھا۔ کیا محبت میں دیوانی ہو گئی ہے۔ کیا اپنے ہاتھ سے اپنے پیروں پر کلہاڑی مارتی ہے۔

رنبھا۔ پتاجی۔ میرا دھن۔ میری دولت۔ میرا زیور۔ میرا آرام۔ میری امید یہ ہیں۔ جب انہیں کو قسمت نے مجھ سے چھین لیا۔ تو میں اس دولت کو لے کر کیا کروں گی۔ نہیں مجھے نہیں چاہیئے دور ہو۔ اسے کاغذ دور ہو۔ جس طرح میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔ اسی طرح تو بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جا۔

(وصیت نامہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا)

رامداس۔ (بلوا منگل کو مخاطب کر کے) دیکھ دیکھ عورت اسے کہتے ہیں۔ شریف والدین۔ شریف خاندان کی لڑکی ایسی ہوتی ہے۔ بیوقوف اس کی قدر کر۔ دنیا میں سب سے زیادہ بدقسمت آدمی! اسے اپنے دل میں جگہ دے۔

بلوا۔ ایک کی چیز بغیر فریب کے دوسرے کے ہاتھ میں نہیں آسکتی جب تک یہ چنتا بن کر ان آنکھوں کو دھوکا نہ دے۔ اس دل میں کبھی جگہ پا نہیں سکتی۔

رامداس۔ چنتا چنتا۔ کون چنتا۔ ارے وہی بازاری طوائف۔ وہی دنیا کی قے۔ وہ ہزاروں منہ کا اگلا ہوا نوالہ۔ وہ سینکڑوں ہوس پرست کتوں کی چچوڑی ہوئی ہڈی جس کا اول باپ اور آخر نرک جس کا ایشور روپیہ اور جس کا دھرم دھوکا۔ جس کا پیشہ بدکاری۔ جس کی زندگی بے شرمی۔ اس دراچارنی کی خاطر ایسی ستی دیوی کی طرف سے آنکھیں بند کرتا ہے۔ ہیرے کو ٹھوکر مار کر کنکر کو پسند کرتا ہے۔

بلوا - آنکھ کی پسند کا فیصلہ دل کرتا ہے مگر دل کی پسند کا فیصلہ دنیا میں کوئی نہیں کر سکتا۔

رامداس - دنیا غمگین ہے۔ اگر اس میں کوئی عورت نہ ہو۔ عورت مٹی کا ڈھیر ہے۔ اگر اس میں اچھی عادتیں نہ ہوں۔ عادتیں بیکار ہیں۔ اگر ان میں پارسائی نہ ہو۔

بلوا - اس میں یہ سب کچھ ہے۔

رامداس - اس میں سوائے رنڈی پنے کے اور کچھ نہیں ہے۔ یہ عورت کمنام کو عزت اور وہ ذلالت دیتی ہے۔ یہ پارسا ہے۔ اور وہ بے شرم ہے۔ اس کا سب ایک اور صرف ایک کے لئے ہے۔ اور وہ ایک سب کے لئے ہے۔ اس کی دنیا اس کا شوہر ہے۔ اور اس کا شوہر ساری دنیا ہے۔ جا نکل۔ دور ہو۔ ایک برہمن کی لڑکی جو تمہاری ہی بیوی ہے اس کا دل تو نے توڑا ہے۔ اور باپ کی نصیحت نہ مان کر باپ کی حکم عدولی کی ہے۔ اگر ایشور ایشور ہے۔ اس کا انصاف انصاف ہے۔ اگر دھرم اور پاپ کی ایک ہی خاصیت ہے۔ اگر پرماتما کے یہاں طرفداری کا نام نہیں تو میں ناامید اور رنجیدہ مرنے سے پہلے اس کو سراپ . . . . .

رنبھا - (بات کاٹ کر) بس پتا جی۔ بس پتا کا سراپ۔ پھر براہمن پتا کا سراپ۔ رحم۔ رحم۔ ان پر اور مجھ پر رحم۔ میں آپ کے کلہاڑے کو اپنی آنکھوں سے اپنے پیارے کے سر پر نہیں دیکھ سکتی۔

رامداس - یہ باپ کا ہی قصوروار نہیں۔ یہ سب کا قصوروار ہے۔ اسے کبھی معافی نہیں مل سکتی۔ اسے کوئی معاف نہیں کر سکتا۔ آہ میرے دل کے اندر یہ کیا ہو رہا ہے۔ اندھیرا۔ اندھیرا۔ پانی۔ پانی۔ پانی۔

(دھڑام سے زمین پر گرتا ہے)

رنبھا - ”ارے ارے دیکھ۔ انہیں کیا ہو گیا۔“

رامداس - یہ آدھی بھلائی اور آدھی سنتا ہے۔ وہ آدھی سوارتھ اور آدھی نیر جیتا ہے۔

بلوا - بس بس بدی آپ بالمیک کالی داس اور بھوا بھوتی کے شبدوں میں بھی اُس لڑکی کی اپیرا کورا گشتی ثابت کریں تو بھی میں اُسے کبھی تیاگ نہیں سکتا۔

رامداس - (جوش سے اُٹھتے ہوئے) رنبھا دُنیا خواب ہے۔ سچ انصاف ہے۔ دیوتا خفا ہیں۔ ظلمت گھٹ گئی۔ آہ رام! رام!! رام!!!

(مرنا)

رنبھا - پتاجی! پتاجی!!! ارے کیا ہمارا پُوری طرح ناش ہو گیا۔ دیوتا کی مانند پتا سُرگ باش ہو گیا۔ سوامی۔ سوامی اب ہمارا کیا ہوگا۔ ہمارا سُورج ڈوب گیا۔ ہمارے لئے اب دُنیا میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔

بلوا - کیا مر گئے۔ آہ میرے عیبوں نے اُنہیں دُکھ دے کر مار ڈالا اُٹھے پتاجی اُٹھے۔ یہ نیچ یہ کنگال یہ نرک کے لائق بلومنگل آپ سے معافی مانگتا ہے۔ وہ دیکھو وہ دیکھو۔ خوبصورتی بے حد خوبصورتی جھُوٹ ہے جھُوٹ ہے۔ کون کہتا ہے کہ تم خوبصورت نہیں ہو۔ اس زمین پر تم سے زیادہ کوئی خوبصورت ہی نہیں۔ سُرگ اپنی خوبصورتی بڑھانے کے لئے تمہاری مسکراہٹ سے خوبصورتی قرض لے رہا ہے۔ ستارے اور چاند سُورج ڈف بجا بجا کر اس زمین کو تمہیں حُسن کی مورت بننے پر مبارکباد دے رہے ہیں۔ خوبصورت ہو حسین ہو۔ مہ جبین ہو۔

ملازم - کس سے باتیں کر رہے ہو۔ کیا آپ کو پتا کے غم نے پاگل کر دیا ہے؟

بلوا - پتا نے جسم کی پرورش کی تھی۔ استری نے خدمت کی ماتا نے گودیوں میں کھلایا۔ مگر دل کو اسی چنتا نند نے دبایا۔ بلومنگل تمہارا احسان مند ہے۔ جسم ان کا ہے۔ مگر دل تمہارا ہے۔ (جانا چاہتا ہے)

رنبھا - پتا کا انتقال ہوا۔ اور تم جا رہے ہو۔ اکریا کرم کرنے سے پہلے تم جا رہے ہو۔

بلوا - ہٹ جاؤ۔ ہٹ جاؤ۔ میں اندھیرے میں گھبرا رہا ہوں۔ اس بوڑھے جسم کا آرام

تلاش کرنے جا رہا ہوں۔ [تیزی سے بھاگ جانا۔ اور رنبھا کا بیہوش ہو کر گرنا]

رنبھا۔ گئے وہ گئے اور یہ بھی گئے۔ کیا ہمارا کوئی نہ تھا۔ کیا اب کوئی ہمارا نہیں ہے۔ دُنیا میں کوئی سہارا نہیں ہے۔ کیا یہاں ہر ایک دھوکا دے رہا ہے (دُکھ سے گرنا اور پھر اُٹھنا) ہائے ہائے تقدیر نے کیا خواب دکھایا۔ ایک فقیر نے خواب دیکھا کہ اُس کو تخت سلطنت پر بیٹھا کر راج تلک لگایا جا رہا ہے۔ موت اور مقدر کی ٹکر سے آنکھ کھل گئی۔ اب وہ اندھیرے میں بادشاہت کو تلاش کر رہا ہے۔ کیا اُسے مل جائیگی۔ بیوقوف ہے ہا ہا ہا۔

نوکر۔ رنج کے وقت ہنسی کیا پاگل تو نہیں ہو گئی ہو؟

رنبھا۔ ہنسو۔ ہنسو۔ چاند اور ستارو ہنسو۔ جب شرون کمار کے اندھے پتا کے چرنوں میں دشرتھ جیسا بلوان راجہ ہاتھ جوڑے ہوئے براہمن شراپ کے ڈر سے کانپ رہا تھا تب بھی تم ہنس رہے تھے۔ جب راون کے سامنے اُلٹی بٹوں سے مُنہ چھپائے ہوئے ستونتی سیتا رام کی یاد میں آنسو بہا رہی تھی۔ تب بھی تم ہنس رہے تھے۔ تم آکاش کے رہنے والے ہو۔ تمہیں پرتھوی کے دُکھ سُکھ سے کوئی غرض نہیں۔ ہنسو میں بھی ہنستی ہوں۔ تم بھی ہنسو اور خوب ہنسو۔ ہا۔ ہا۔ ہا

ملازم۔ ضرور یہ پاگل ہو گئی ہے۔

رنبھا۔ نہیں ہنستے۔ کیا یہ سنسار ہنسنے کی جگہ نہیں ہے۔ ہاں جیون نہیں رہیگا دھن نہیں رہے گا۔

ملازم۔ پھر؟

رنبھا۔ پتا کی آنکھ بند ہوتے ہی اُس کی کریا کرم سے پہلے ہی پُتری اور پُتر صندوق کو تالا لگانے کے لئے دوڑتے ہیں کیا یہ ہنسی کی بات نہیں ہے۔ ایک استری اپنے گھر اور محلوں میں سات سات اور دس دس برس کی کنیاؤں کے ودھوا ہونے کے بعد بھی سوبھاگوتی رہنا چاہتی ہے۔ کیا یہ ہنسی کی بات نہیں ہے۔ ہنسو۔ ہنسو۔

اگر رونا ہی ہے۔ تو تمہارے بدلے میں رونے کے لئے کافی ہوں۔

نوکر۔ بہو۔ تمہیں کیا ہو گیا۔

رنجا۔ میں بھی یہی پوچھتی ہوں۔ کہ انہیں کیا ہو گیا ہے۔ ابھی ہنس رہے تھے۔ بول رہے تھے۔ اب چُپ ہیں۔ دیکھتے نہیں۔ سُنتے نہیں بولتے نہیں یہ کیا! یہ کیا!! آگ! پرتھوی سے آکاش تک بھڑکتی ہوئی آگ اس سنسار کا۔ میرا تیرا رشتہ ناطہ۔ پیار۔ محبت سب جلے جا رہے ہیں بھاگو بھاگو۔ جمراج کے دوست کال کے اگنی کنڈ میں تمہاری مصیبت بڑھانے کے لئے تمہیں پکڑنے آ رہے ہیں بھائی تم بھی بھاگو اور میں بھی بھاگتی ہوں۔ مگر کدھر بھاگوں۔ کدھر جاؤں۔ اندھیرا۔ اندھیرا۔ تراہ۔ تراہ! تراہ۔ (بیہوش ہو کر گر جاتی ہے) [ٹیبلو]

ڈراپ سین

باب دوسرا   پردہ پہلا

چنتامنی کے مکان کے پاس

ندی کا کنارہ

(جوگیوں کا گاتے ہوئے نظر آنا)

گانا

جگ جھوٹا رے سارا سائیاں۔ دیکھ کیوں للچایا
سنگی سنگاتی۔ سکھ کے ساتھی۔ جھوٹی ممتا مایا
بابا رے۔ مایا رے مایا۔ جگ . . .

بچ بچ کے چلنا۔ پاپ نے موہ جال بچھایا۔
ماٹی میں رل جائے گی تیری اِک دِن کنچن کایا۔
کایا رے کایا۔ کایا رے کایا۔ جگ . . . .
کٹمب قبیلہ۔ بیٹی۔ بیٹا۔ سپنے کی سی چھایا
چھایا رے چھایا۔ چھایا رے چھایا۔ جگ . . . .

(جوگیوں کا جانا) بلوا کا ندی میں تیرتے ہوئے کنارے پہنچنا)

بلوا۔ آہ پریم۔ پریم۔ اس سنسار کی کوئی شکتی تجھ سے جنگ نہیں کر سکتی۔ تو آتما کو اُچھالا دیتا ہے۔ اُسے پرماتما سے ملا کر سروپ اور روپ ملا دیتا ہے۔ آہ پریم۔ مہا شکتی وان پریم کے دیوتا! شیر تجھ سے لڑ نہیں سکتا۔ ہاتھی تجھ سے بگڑ نہیں سکتا۔ پہاڑ تجھ سے ٹکرا نہیں سکتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ سنسار اور سنسار کے سارے بندھن ٹوٹنے اور بکھرنے والے ہیں۔ مگر نہیں پریم اور پھر جنتا کا پریم۔ اُس کو کوئی طاقت کوئی شکتی نہیں توڑ سکتی۔ جب تک آتما ہے۔ تب تک جنتا۔ جنتا۔

بلوا۔ (پانی سے باہر آکر) کیسی اندھیری اور ڈراؤنی رات۔ موسلا دھار برسات اُدھر بھری ہوئی ندی کا زور جس میں چنچل لہروں کا بھیانک شور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا زمین اور آسمان آپس میں ٹکرا رہے ہیں۔ اندھیرے میں رہ کر بجلی کا چمکنا ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ ہزاروں راکشش ہاتھوں میں اگنو بال لئے ہوئے اندر لوک کی طرف دیوتاؤں سے یُدھ کرنے کے لئے دوڑے جا رہے ہیں ؎

بجلی کبھی آندھی کبھی برسات نے روکا
ہر طرح سے ہر ڈھنگ سے اس رات نے روکا
پھر رُک نہ سکا شوق ترا رخنہ گروں سے
میں آ ہی گیا اُڑ کے محبت کے پروں سے

(چنتا کی دیوار کے پاس پہنچتا ہے)

چنتا! چندر مکھی چنتا!! پیاری کہاں ہو۔ جواب دو۔ ہاں ہاں سمجھا سمجھا جب مجھے حد سے زیادہ دیر ہوگئی۔ تو ہر اس پن کے ساتھ تنگ کر سو گئی۔ اب کیا کروں۔ کوٹھے پر کیسے پہنچوں۔ دروازے تو بند ہیں۔ یہ کیا ریشم کی ڈور۔ سمجھا سمجھا شاید میری پیاری کا یہ منشا ہے کہ جب میں آؤں اور دروازہ بند پاؤں تو اسی کے سہارے اوپر پہنچ جاؤں۔ اچھا پیاری بہت اچھا سہ

تیرے درشن کے امرت سے بجھانے پیاس آتا ہے
تیرا سیوک تیرا یہ داس تیرے پاس آتا ہے

[لٹکتے ہوئے سانپ کے سہارے اوپر جانا اور چنتا کو چھت پر سوتے دیکھنا]

آہا کیسی میٹھی اور گہری نیند سو رہی ہے اور سندر ہاتھ سر کے نیچے تکیہ کا کام دے رہے ہیں۔ اس سندر سروپ کی جیوتی سے سارا کوٹھا آکاش ہو رہا ہے۔ ان بل کھائے ہوئے بازوں کے اوپر چمکتا ہوا چہرہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کنول کی ڈنڈی اور پھول کے بدن سے چندرماں کا پرکاش ہو رہا ہے سہ

اس جوبن اور کانت تو جل ہیں گوِ لا کا ر
مکھ منڈل اور چندرماں ہیں دونوں اک سار

چندر بدن مرگ لوچنی۔ گج گامنی۔ پیاری چنتامنی۔

چنتامنی۔ (جاگ کر) کون؟

بلوا۔ میں تیرا سیوک۔ تیرا پجاری۔ تیری محبت کا بھکا۔

چنتا۔ بلوا منگل۔

بلوا۔ ہاں وہی تیرے سیوکوں کا سیوک۔ تیرے داسیوں کا داس۔

(دونوں کا کوٹھے سے نیچے اترنا)

چنتا۔ تم آ گئے؟

بلوا۔ ہاں۔

چنتا۔ ایسی اندھیری رات میں؟

بلوا۔ ہاں۔

چنتا۔ ایسی موسلادھار برسات میں؟

بلوا۔ ہاں۔ ہاں۔

چنتا۔ مگر ایسی آندھی اور برسات کے وقت تمہیں گھر سے نکلنے اور یہاں تک آنے کی اجازت کس نے دی؟

بلوا۔ تمہارے دھیان اور بچار نے۔ تمہارے بےحد پیار نے۔

چنتا۔ مگر ایسے دہشت ناک وقت میں بھوت اور راکشش کی طرح بھٹکتے پھرو۔ اس بات کی تمہاری بیوی نے اجازت کس طرح دی؟

بلوا۔ بیوی کون بیوی؟

چنتا۔ تمہاری بیاہتا۔ تمہاری جورو۔

بلوا۔ پیاری چنتا جس طرح پالتو کتے کا صرف یہی کام ہے کہ اس کے آگے جو کچھ ڈال دیا جائے۔ اسے کھائے اور پہرہ دے۔ جب مالک گھر سے باہر جائے تو دروازہ پر اس کی واپسی تک اس کے انتظار میں بیٹھا رہے۔ اسی طرح ہندو عورت بھی اپنے خاوند کو رائے اور مشورہ دینے کے لئے نہیں۔ بلکہ چپ چاپ اس کے حکم کے مطابق چلنے اور خدمت کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہے۔

چنتا۔ بلوا جگ میں بے شرم ہوں۔ پنچ ہوں۔ رنڈی ہوں ایک بھنگی اور چمار کی استری جسے حقارت کی نظروں سے دیکھتی ہے۔ وہ ہوں۔ مگر میرا خاندان اور خون پنچ نہیں میرے غریب ماں باپ جن کے مرنے کے بعد مجھے صرف اپنا پیٹ پالنے

کے لئے یہ بُرا کام کرنا پڑا۔ اُن کی بچپن کی دی ہوئی نصیحتوں سے اب بھی دُنیا کے نشیب و فراز کو اچھی طرح سمجھ سکتی ہوں۔ ایک گھر میں بیٹھنے والی پردہ نشین عورت کو اپنے بے رحم خاوند سے کیا کیا دُکھ ہوتا ہے اُسے میں ہر طرح سمجھ سکتی ہوں۔

بلوا۔ کیا مطلب؟

چھنتا۔ بلو منگل۔ سوچو اور انصاف کرو۔ ایک ہندو ابلا جو خاوند کے گھر کو اپنا مندر اور خاوند کی محبت کو اپنی پوجا اور خاوند کی خدمت کرتے کرتے مر جانا اپنی مکتی سمجھتی ہے۔ ایسی محبت والی ایسی پتی ورتا بیوی کو اندھیرے گھر میں روتے۔ بلبلاتے چھوڑ کر اُس کتے کی طرح جو لذیذ نعمتیں چھوڑ کر ایک ہڈی کی طرف دوڑتا ہے۔ اندھیری راتوں میں ہم رنڈیوں کے پیچھے چور اور ڈاکو کی طرح بھٹکتے پھرنا کیا بُرا کام نہیں ہے؟ کیا خاوند کو بیوی پر سب حق ہیں اور بیوی کو خاوند پر کوئی حق نہیں ہے؟

سوامی کی جو سیوا کرے اُتم دھرم بکھانے
جس جل سے پگ دھوئے پتی اس جل کو امرت جانے
گھر کو سرگ بنایا جس نے ست ہی دھرم دیا نے
دُکھ کو کرم سے پایا کہے یہ سُکھ سوامی سے لانے
ایسی ستی کو تجے تو واکو جو من دے سو روئے
ناری کا جو نہیں ہُوا وہ پر ناری کا کب ہوئے

بلوا۔ چھنتا پیاری چھنتا جس طرح بھونرا پھول کو چھوڑ کر کانٹے کو گلے کا ہار نہیں کر سکتا۔ اسی طرح جو دل تمہیں چاہتا ہے۔ وہ تمہیں چھوڑ دوسرے کو پیار نہیں کر سکتا۔

یہ رنگ روپ یہ تیور یہ آن بان کہاں
جو تم میں بات ہے وہ اُس میں میری جان کہاں
دل اس کو چاہتا جو کوئی چیز بھی ہوتی
جو تم سی ہوتی تو تم سے عزیز بھی ہوتی

چنتا۔ شرم کرو۔ بلوا مجھ کو شرم کرو۔ میں دھن کے لئے دھرم کھونے والی سنسار میں دُراچار پھیلانے والی ہوں اور تم جس ہندو ذات میں دروپدی منورما اور سداما جیسی دیویاں پیدا ہوئی ہیں۔ اس استری ذات کو اپنے کھوٹے کاموں سے کلنک لگانے والی ایک بازاری رنڈی کو دھرم پتنی سے بڑھاتے ہو۔ چندن اور کستوری کو چھوڑ کر جوتے کی خاک کو ماتھے کا تلک بناتے ہو ؎

آج اس کی ہے تو کل وہ دوسرے کی یار ہے
جب تلک پیسہ ہے تب تک بیسوا کا پیار ہے
سوارتھ کی تصویر ہیں وہ دھرم کا اُدھار ہے
وہ کہاں اور ہیں کہاں وہ دھرم کا اوتار ہے
یاد رکھ دُکھ پائے گا دُنیا میں کھوٹے کرم سے
گھر کا سُکھ دیوی سے ہے پرلوک کا سُکھ دھرم سے

بلوا۔ تعجب۔ ایک براہمن کے پُتر کو آج ایک کم عقل رنڈی نصیحت کر رہی ہے۔

راگی کو عطائی بھی لو راگ سکھاتا ہے ؎
کوئل کو گلے بازی اک کاگ سکھاتا ہے

چنتا۔ اچھا تو یہ بتاؤ۔ جب تم اوپر آئے۔ دروازہ بند تھا یا کھلا۔

بلوا۔ بند۔

چنتا۔ کس نے کھولا۔

بلوا۔ کسی نے بھی نہیں۔

چنتا۔ پھر تم اُوپر کیسے پہنچے؟

بلوا۔ اُسی ریشمی رسی سے جو تم نے مجھے اُوپر بلانے کے لئے لٹکا رکھی تھی۔

چنتا۔ رسّی۔

بلوا۔ ہاں۔

چنتا۔ ریشم کی؟

بلوا۔ ہاں! ہاں!!

چنتا۔ تمہیں دھوکا تو نہیں ہوا۔

بلوا۔ کبھی نہیں۔

چنتا۔ ضرور ہوا۔

بلوا۔ ہرگز نہیں۔

چنتا۔ وہ رسی میں دیکھ سکتی ہوں"۔

بلوا۔ شوق سے۔

چنتا۔ کہاں ہے؟

بلوا۔ (لٹکتے ہوئے سانپ کو دکھلا کر) یہ میری پیاری یہ ہے۔

چنتا۔ (اُس کے نزدیک جا کر) یہ!

بلوا۔ ہاں۔

چنتا۔ (دیکھ کر اور ڈر کر) ہے بھگوان!

بلوا۔ کیوں پیاری کیا دیکھا جو ڈر کر پیچھے ہٹ گئی۔

چنتا۔ ارے مورکھ ارے آنکھوں والے اندھے۔ دیکھ یہ رسّی ہے؟

بلوا۔ رسّی نہیں تو پھر کیا ہے۔

چنتا۔ جا اس کا جواب بھی آنکھیں ہی دیں گی۔

بلوا۔ (دیکھ کر) ہے بھگوان رسی کی جگہ سانپ۔

چنتا۔ کیوں دیکھا؟

بلوا۔ ہاں دیکھا۔ مگر؟

چنتا ۔ مگر ؟

بلوا ۔ اپنی آنکھوں سے نہیں ۔

چنتا ۔ پھر!

بلوا ۔ تمہاری آنکھوں سے (سانپ کا آہستہ آہستہ غائب ہو جانا)

چنتا ۔ اور اپنی آنکھوں سے کیوں نہ دیکھا؟

بلوا ۔ ؎ کسی کو دیکھتیں کیا تک رہی تھیں بام و در آنکھیں!
جدھر تم تھیں اُدھر دل تھا جدھر دل تھا اُدھر آنکھیں!

چنتا ۔ آشچریہ چھوٹی اور گندی چیزمیں اس قدر طاقت ۔ سمندر کے پانی کے اوپر تیرنے والے جھاگ کی طرح نہ ٹھہرنے والی خوبصورتی میں اتنی روشنی ۔ تو سچے حُسن اور محبت میں کتنی طاقت ہوگی ؟ اچھا یہ تو بتاؤ ۔ چوٹ کھائے ہوئے اژدہے کی طرح غصہ میں پتھر اور چٹانوں سے سر ٹیکتی ہوئی طوفانی ندی سے پار ہونے کے لئے تمہیں کشتی کہاں سے ملی ؟

بلوا ۔ پیاری وہ دیکھو ۔ درخت سے بندھا ہوا لکڑی کا تختہ جو پانی کی اُچھلتی ہوئی لہروں کے ساتھ کھیل رہا ہے ۔ میں اُسی تختہ کے سہارے یہاں تک آیا ۔ جو پانی میں بہتا ہوا اس طرف کو آرہا تھا اور تمہارے درشنوں سے آنند پایا ۔

چنتا ۔ تو اُسے ابھی تک کیوں درخت سے باندھ رکھا ہے ۔

بلوا ۔ اس لئے کہ اگر جاتے ہوئے بھی کشتی نہ پاؤں ۔ تو جس طرح اس پار آگیا ہوں ۔ اُسی طرح اس کے سہارے اُس پار چلا جاؤں ۔

چنتا ۔ مگر مجھے بجائے تختہ کے کوئی اور چیز معلوم ہوتی ہے ۔

بلوا ۔ اور چیز!

چنتا ۔ ہاں ۔

بلوا ۔ پیاری اب کی دفعہ اندھیرا تمہاری آنکھوں کو دھوکا دے رہا ہے ۔

چنتا۔ ٹھہرو مجھے قریب جا کر دیکھنے دو۔

بلوا۔ دیکھو۔

چنتا۔ (دیکھ کر) اُف۔ یہ کیا لکڑی کی جگہ مُردہ۔ تختہ کی جگہ ایک مُردہ عورت کی لاش!

بلوا۔ کیوں۔ کیوں۔ کیا دیکھا جو دہشت سے کانپ رہی ہو۔

چنتا۔ دیا کرو۔ اے ایشور براہمن کے پُتر پر رحم کرو۔ پربھو براہمن اس زمین پر تیرا روپ دھان ہے۔ براہمن کا دِل تیرا استھان ہے براہمن کے پرتاپ سے سنسار میں دھرم ہے۔ کرم ہے دھیان ہے۔ گیان ہے۔ جب براہمن ہی اندھا بن کر ایسا کام کرے گا۔ تو ہندو دھرم اور ہندو ذات کا کون اُدھار کرے گا۔

موہ لوبھ اور کام سے ڈاری آنکھیں دہول!
ہت ان ہت مُنہ جھت نہیں گئی سدھ سب بھول!
جیسا ہت حرام سے۔ ویسا ہر سے ہوئے
چلا جائے بے کنٹھ کو روک نہ سکے کوئے

بلوا۔ چنتا۔ پیاری چنتا۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ میں کچھ نہیں سمجھا۔

چنتا۔ بلو منگل تو براہمن ہے۔ اُتم ہے۔ شدھ ہے۔ آریہ جاتی کے سِر کا تاج ہے۔ مگر کھوٹے کرموں کی بدولت براہمن نام کے سوائے براہمن کا کوئی نشان تجھ میں نہیں ہے۔ نادان پاپی اندھے جا اور دیکھ لکڑی کا تختہ تجھے لایا ہے۔ یا اپنی ہی طرح ناپاک چیز کے سہارے یہاں تک آیا ہے۔

بلوا۔ ناپاک چیز؟

چنتا۔ ہاں دیکھو۔

بلوا۔ (دیکھ کر) ہے بھگوان یہ کیا لاش! عورت کی لاش!!

چنتا۔ کیوں!

بلوا۔ عورت کا جسم۔

چنتا۔ جواب دو۔

بلو۔ بالکل ناپاک چیز۔

چنتا۔ یہ کیا۔

بلوا۔ اس امر کی شہادت کہ میں ناپاک ہوں اور گندا ہوں۔ اس بات کا ثبوت کہ دُنیا میں سب سے زیادہ اندھا ہوں۔

چنتا۔ اندھے۔ بے شک اندھے میری محبت سے مجبور ہو کر گھر سے نکلتے وقت آندھی مینہ کا ڈر نہ کیا۔ طوفانی ندی میں ڈوبنے کی پرواہ نہ کی لکڑی اور مُردہ کی تمیز نہ کر سکے۔ ہائے ہائے بلو منگل جیسی چاہ اگر اُس ایشور کی جو تمام مخلوقات کا مالک ہے ہوتی۔ تو تیرا بیڑا پار ہو جاتا۔ جتنی میرے ساتھ لگی ہے۔ اگر یہ لو سری کرشن بھگوان کے ساتھ لگی ہوتی تو تیرا اُدھار ہو جاتا۔

بلوا۔ چنتا۔ پیاری چنتا ؎

میرے دِل اور آنکھوں پہ کیا جادُو محبت نے\
مجھے اندھا بنایا کس نے؟ تو نے تیری صورت نے۔

چنتا۔ اگر عورت کی صورت اور اُس کے حسن کا آخری انجام۔ اس دُنیا کے پھول کی آخری بہار دیکھنا چاہتے ہو۔ تو دیکھو۔ اس لاش کو دیکھو۔ یہ عورت بھی کبھی میری ہی طرح سُندر ہو گی۔ اس کی آنکھوں میں جادُو بھرا ہو گا۔ جو آج ان آنکھوں میں ہے۔ اس کے گالوں میں بھی وہی چمک دمک ہو گی۔ جو آج ان گالوں میں ہے جس طرح آج ہزاروں ہوس کا انسان مجھے حریص نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اُسی طرح اسے بھی دیکھ کر للچاتے رہے ہوں گے۔ جس طرح لوگ جوبن اور جوانی کی جھوٹی تعریفیں کر کے مجھے دھوکا دے رہے ہیں۔ اُسی طرح اسے بھی بہکاتے رہے ہوں گے۔ مگر آج وہ آنکھوں کا جادُو۔ گالوں کی سُرخی ہونٹوں

کی مسکراہٹ۔ سینے کا ابھار۔ ہاتھ پاؤں کی گدراہٹ۔ جسم کی گولائی اور چمک حسن سے خوبصورتی اور جوانی کہاں ہے؟ وہ تعریفیں کرنے والی زبانیں اور چاہنے والے دل کہاں ہیں۔ کیسی ڈراؤنی۔ گھناؤنی۔ بدبودار صورت کیا اسی کا نام خوبصورتی ہے۔ کوّے چیل۔ گدھ۔ گیدڑ۔ جو کنارے سے اپنی طرف آتی ہوئی گندی لاش کو تک رہے ہیں۔ کیا یہی اس خوبصورت عورت کے عاشق ہیں۔ دھوکا۔ دھوکا۔ سب دھوکا ہے

بُرے بھلے کی کسی کو یہاں تمیز نہیں
یہ جان دیتے ہیں اُس پر جو کچھ بھی چیز نہیں
پڑے ہیں ظاہری رُوپ اور رنگ کے پیچھے
ہیں جیسے دوڑتے بچے پتنگ کے پیچھے

بلوا۔ یہ سچ ہوگا۔ یہ سچ ہے مگر کیا کروں۔ میں تم سے بھاگنا چاہتا ہوں مگر نہیں بھاگ سکتا۔ میں تمہیں بھولنا چاہتا ہوں مگر نہیں بھول سکتا۔ آنسو کا ہر قطرہ جو آنکھ سے ٹپکتا ہے اُس میں تمہاری ہی صورت مسکراتی ہوئی دکھائی دیتی ہے چنتا۔ چنتا یہی ایک آواز ہے۔ جو تمام دُنیا میں سُنائی دیتی ہے۔

چنتا۔ بلوہ منگل میں ایک بات پُوچھتی ہوں تمہارا دھرم کیا ہے؟

بلوا۔ ہندو۔

چنتا۔ ہندوؤں میں بڑی ذات کس کی ہے؟

بلوا۔ براہمن کی۔

چنتا۔ اگر براہمن کو جھوٹا کھانا۔ دوسرے کے مُنہ کا اُگلا ہُوا نوالہ دیا جائے تو وہ کھائیگا؟

بلوا۔ شیو شیو۔ براہمن مر جائے گا۔ مگر جھوٹے کھانے کی طرف آنکھ بھی نہ اُٹھائے گا۔

چنتا۔ تو اب سوچو اور انصاف کرو۔ کہ جب براہمن جھوٹا کھانا۔ دوسرے کا اُگلا ہُوا نوالہ نہیں کھا سکتا تو ایک بازاری رنڈی جس کی آنکھ۔ ناک۔ گال۔ ہونٹ۔ مُنہ۔ انگ کو

دوسروں نے جھوٹا کر چھوڑا ہے جو اُس ہڈی کی مانند ہے جس کو سینکڑوں کتوں نے نچوڑا ہے ؎

ایسی گندی اور جھوٹی چیز پر جو دھیان دے
غیر ممکن ہے کہ اُس کو شودر تک آمان دے
جس کی ایسی نیچ اوستھا جس کا ایسا حال ہے
ذات سے وہ ہے براہمن کرم سے چنڈال ہے

بلوا۔ چنڈال۔ براہمن کا پتر اور چنڈال۔ کیا سچ مچ میں ایسا گر گیا ہوں۔ کیا دھرم اور دیا کے مندر میں سنسار کا پالن رکھشا کرنے اور اُجالا دینے کے بدلے صرف جلنے اور جلانے ہی کا زور رہ گیا (خود سے ضمیر کی آواز میں براہمن کل کے دہکتے چراغ تیری روشنی چھن گئی۔ تو اندھیرے اور دھوکے میں ڈالا گیا۔ (ظاہر میں) یہ کون بولا۔ یہ لعنت بھرے ہوئے الفاظ کس نے کہے؟ چنتا نے! نہیں نہیں چنتا تو چپ ہے۔ پھر کیا کسی اور نے۔ اور تو یہاں کوئی نہیں (خود سے) باہر آ بولنے والے باہر آ (ظاہرا) ہا ہا ہا۔ ہیں جواب دینے کے بدلے تجھے ہنسی آتی ہے۔ اور ہنسی بھی وہ جس میں آدھی نفرت اور آدھی حقارت پائی جاتی ہے۔ (ضمیر کی آواز) میں ہوں۔ بلوا منگل میں ہوں۔ (ظاہرا) تو کون۔ ہاں ہاں سمجھا! یہ کیا راز ہے کوئی نہیں کوئی نہیں یہ میرے ضمیر کی آواز ہے ؎

نہ چھپ کے غیر دیتا ہے نہ اپنا وار کرتا ہے
یہ میرا دل ہی مجھ کو لعنت اور پھٹکار کرتا ہے

چنتا۔ ہاں بلوا منگل جس طرح ماں اپنے ضدی بچہ کو ہر وقت روکتی اور سمجھاتی رہتی ہے اسی طرح ہمارا ضمیر بھی ہمیں ہر وقت روکتا اور سمجھاتا ہے جو اُس کی سنتا ہے وہ آرام اُٹھاتا ہے اور جو نہیں سنتا۔ وہ تکلیف اُٹھاتا ہے۔

سہ یہ جگ ساگر جیون نیسا پربھو ہی کھیون ہار
جس نے اُس پربھو کو چھوڑا ڈوب گیا منجدھار
اَن اگیان اور اندھے پن سے سبکو ہوگا شوک
تیس بنا یہ لوک اندھیرا گیان بنا پرلوک

بلوا۔ (ہاتھ جوڑ کر) سچ کہتی ہو۔ ماتا چِنتا۔ تم سچ کہتی ہو اگر ہیں اپنے ضمیر کے بتائے ہوئے راستہ کی طرف جاتا۔ کون ہوں۔ کیا ہوں اور مجھے کیا کرنا چاہیئے پر چوبیس گھنٹہ بھی اس بچار ہیں لگاتا۔ تو آج اپنے آپ کو اس پاپ کی دلدل میں گلے تک پھنسا ہوا نہ پاتا۔

سہ پاپ کھینچے لئے جاتا ہے چھُڑا لے مجھ کو
کون ہے اب جو اندھیرے سے نکالے مجھ کو

(ڈنڈوت کرنا)

چنتا۔ بھائی اُٹھ جہاں سے جاگے۔ وہاں سے صبح سمجھ۔ پربھو پر بھروسہ کر۔ ہری سمرن کا جپ کر۔ سادھو سنتوں کا سہارا لے۔ سچ بولنے اور اچھے کاموں اور اچھے گیان دھیان پر کمر باندھ سہ

پریم سندیسہ بھیج دو آپ ملیں گے آئے
ہر اُس کے ہوجات ہیں جو ہر کا ہو جائے

بلوا۔ ماتا چنتا تمہارا کلیان ہو۔ جس طرح ایک گہری نیند میں سوئے ہوئے آدمی کے چہرے پر سورج کی شعاعیں پڑنے سے اُس کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اُسی طرح تمہارے اُپدیش رس میں ڈوبے ہوئے لفظوں کی روشنی نے میرے سوتے ہوئے . . . . دھرم بھاؤ کو جگا دیا۔ مدّت کے بھٹکے ہوئے کو سیدھے راستہ پر چلا دیا سہ

کون تھا جو نیچ ادھما مجھ کو دکھلاتا مری
آج سے میں شِشیہ تمہارا تم گرو داتا مری

باب دُوسرا　　پردہ دُوسرا

راستہ

(سوبھاگ چند سیٹھ کا داخل ہونا سامنے سے اُس کے دوست خوشی رام کا آنا دونوں کی ٹکر)

خوشی رام ۔ رام رام سوبھاگ چند سیٹھ ۔

سوبھاگ چند ۔ ارے رانڈ کا کیا رام رام ۔ ہمارا پیٹ پھوڑ دیا ۔

خوشی رام ۔ سیٹھ جی مہربانی کرنا میں آپ کا داس ہوں ۔

سوبھاگ چند ۔ ارے تُو تو ہمارا متر ہے ۔ تم سے ہم کیا کہتا ہے ۔

خوشی رام ۔ ارے سیٹھ جی وہ محلہ کے اندر آج پانچ دن ہوئے پوتھی پران کتھا اُپدیش ۔ لکچر کی بڑی شہرت ہے آپ کو کچھ خبر ہے ۔

سوبھاگ چند ۔ ارے رانڈ کا وہ جو زور زور سے پڑھتا ہے وہ کون ہے ؟

خوشی رام ۔ کون ہے ؟

سوبھاگ چند ۔ وہ بھی میں ہی آپ کا متر تھا ۔

خوشی رام ۔ آپ تھے ۔ دھنیہ ہے ۔ دھنیہ ہے مگر سیٹھ جی ایک بڑی بھاری واردات ہو گئی ہے ۔

سوبھاگ چند ۔ ارے بھائی شاہب (صاحب) واردات کیسی ؟

خوشی رام ۔ اسی مندر میں جس میں تم جاپ کرتے ہو نا ر

سوبھاگ چند ۔ ہاں ۔ ہاں کیا ہوا ۔ کیا ہوا ؟

خوشی رام ۔ وہ جو بہت مندر ہے نا ۔

سوبھاگ چند ۔ ارے ہاں ہاں وہی بابا لکھر ناتھ ۔

خوشی رام - ہاں جس وقت جب تم پوجا پاٹ میں۔

سوبھاگ چند - ہاں - ہاں۔

خوشی رام - کوئی اُس کا لوٹا چُرا کر لے گیا۔

سوبھاگ چند - لوٹا چُرا کر لے گیا۔ کس کا اور کہاں سے؟

خوشی رام - اُسی مندر کے اندر سے۔

سوبھاگ چند - ارے رانڈ کا صاف صاف بول کون سے مندر کے اندر سے۔

خوشی رام - ارے وہی مندر جس میں تم روز پوجا پاٹھ کرنے جایا کرتے تھے؟

سوبھاگ چند - ارے کیا بولتا ہے رانڈ کا میں تو آج چھ مہینہ سے کسی (کسی) مندر کے اندر گیا ہی نہیں۔

خوشی رام - ہیں نہیں گئے ابھی تو تم کہتے تھے کہ میں روز جایا کرتا ہوں۔

سوبھاگ چند - ارے کیا بکتا ہے۔ دیکھنا بھائی کہیں مجھے لوٹے میں نہ پھنسا دینا۔ نہیں تو پیچھے لوٹے کے اندر سے نکلنا مشکل ہو گا۔

خوشی رام - اچھا اب اس جھگڑے کو گولی مارو۔ اور وہ گانا جو تم چنتا منی کے دروازہ پر بیٹھ کر گایا کرتے تھے۔ ذرا سُناؤ۔

سوبھاگ چند - ارے رانڈ کا جب سے چنتا منی چلی گئی ہے تب سے اس گانے کا مزا جاتا رہا۔

خوشی رام - خیر وہ سُنا دو۔

سوبھاگ کا گانا

آ گرے سوگھا گرو منگا دے آجا دیوریا
کوئی نگری لگا دے نعارو بھائی رے
ہمارا ہیر رانجھا دیوریا ہے بھائی رے
واں لے لو۔ پھُلکا لے لو باہر جھوں دیوریا

کوئی بھیتر ہے تھارو بھائی رے مہارا ہیر

سیوک لیلو پیلو نا لیلو ۔ باہر پوڑ ہو دیو بیا

کوئی بھیتر پورہے تھارو بھائی رے مہارا ہیر

(گھستے گاتے اندر جانا ۔ پردے کا گرنا)

باب دوسرا پردہ تیسرا

راستہ

(شنکر اور کرشن کا آنا)

شنکر۔ پری ورتن پر بھو ۔ لمحہ بھر کی دیر ۔ اور اس میں اتنا اُلٹ پھیر ۔

کرشن۔ شنکر دنیا میں یونہی ہوتا ہؤا آیا ہے ۔ اور یونہی ہوتا رہے گا ۔ سنسان رات ۔ طوفانی ندی ۔ دیوار سے لٹکتا ہؤا سانپ ۔ مری ہوئی عورت کا جسم ۔ ان چیزوں کو انہوں نے الگ الگ بہت دفعہ دیکھا ۔ ایک بار بھی اُن کے دل میں کوئی خیال پیدا نہیں ہؤا ۔ مگر دیکھو جب یہی معمولی چیزیں ایک خاص وقت میں خاص حالتوں کے ساتھ اکٹھی ہو گئیں تو چنتا منی اور بلو منگل کے سدھار کی وجہ بن گئیں ۔

یہاں خالق کے کارن کرم سے ہر بات ہوتی ہے

سمے پر دن نکلتا ہے سمے پر رات ہوتی ہے

شنکر۔ سچ ہے پر بھو ۔ سچ ہے ۔ اب مجھے اچھی طرح یقین ہو گیا ۔ کہ اپدیش کا بیج بغیر سادھنوں کے کبھی نہیں پھولتا ہے ۔ جب تک سدھار کے سارے اسباب پیدا نہ ہو جائیں ۔ سمجھانے بجھانے کا کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا ۔

(بلوا منگل کا آنا)

بلوا ۔ جاگا ۔ مگر دیر سے ۔ آنکھ کھلی مگر گھر لٹ جانے کے بعد ۔

کھو دیا بیکار جیون آ کے اس سنسار میں

بہہ رہی تھی پاپ دھارا بہ گیا اُس دھار میں

کرشن ۔ بلوا منگل مہاراج یہ کیا سوانگ بنایا ۔ رنڈی کی بیماری سے بچے تو بھگتی کا روگ جان کو لگا لیا ۔

بلوا ۔ بھائی تم ایشور بھگتی کو روگ کہتے ہو ۔

کرشن ۔ ایشور تمہاری بھگتی کا بھوکا نہیں ہے وید اور شاستروں کے انوسار ایک سنساری کا پہلا دھرم صرف یہی ہے کہ پرماتما نے جن آتماؤں کو اس کے آدھین کیا ہے ۔ اُن کا حق جانے ۔ نیت اور انیت کو پہچانے اپنے سے پہلے دوسرے کا کلیان کرے اور پھر جو وقت بچے ۔ تو اُس میں بھگتی اور دھیان کرے ۔

سُورگ کے ملنے کا یہ تو ڈھنگ اور جُگتی نہیں

ذات کی سیوا کرو سیوا بنا مُکتی نہیں

بلوا ۔ بھائی ۔ تُم سچ کہتے ہو ۔ مگر میں سرگ مُکتی یہ لوک کچھ نہیں چاہتا میں تو صرف پربھو کی خوشی چاہتا ہوں ۔ خوشی ۔ جو لوگ نرک سے ڈر کر سُرگ کے لالچ سے اُس کا بھجن کرتے ہیں وہ لوگ بھگت نہیں ۔ بلکہ ایک قسم کے بیوپاری ہیں ۔

میری نظر میں اچھا یہ ہے نہ وہ بُرا ہے !

گر سُرگ ہے تو کیا ہے اور نرک ہے تو کیا ہے

خوش ہوں جہاں وہ رکھے مالک ہے ایشور ہے

یہ بھی اُسی کا گھر ہے وہ بھی اُسی کا گھر ہے

کرشن ۔ دھن ۔ مکان ۔ نوکر ۔ چاکر ۔ کپڑے ۔ کھانا ۔ ان سب کو چھوڑنے کا نام تیاگ نہیں ۔

سچا تیاگی وہ ہے جو ہر وقت سکھ آنند سے رہے مگر دُنیا میں رہ کر بھی دُنیا کی بُرائیوں سے پرہیز کرے ؎

نہ جگ کو تیاگ کر بھی ہر کہ بھولو دھرم فانی میں
رہو دُنیا میں یوں جیسے کنول رہتا ہے پانی میں
نہ یہ ہو جان کی پھانسی نہ وہ گردن کا پھندا ہو
اِدھر ہو دھرم کا سودا اُدھر دُنیا کا دھندا ہو

بلوا۔ مگر بھائی میں نے تمہارے کہنے سے پہلے ہی دھندا شروع کیا ہے۔
شنکر۔ کب سے؟
بلوا۔ اِس دُنیا میں کھوٹے کھرے کی پرکھ نہ ہونے کی وجہ سے بیوپار میں گھاٹا ہوا تب سے۔
شنکر۔ تو کس بیوپاری کے ساتھ لین دین کیا ہے؟
بلوا۔ اس سچے اور کھرے بیوپاری کے ساتھ جو وقت کے ترازو میں جھکے ہوئے دن رات کے دو پلڑوں میں۔ چاند سورج کے پاٹوں سے تول تول کر کرم کی پونجی لیتا ہے۔ اور نقدی کے عوض جیسا مال ہو۔ ویسا مول دیتا ہے ؎

اس سے جو بیوپار کرتے ہیں انہیں ٹوٹا نہیں
دام تم سمجھو کھرے ہیں مال گر کھوٹا نہیں
بے کسی فاقہ ۔غریبی ۔ درد۔ دُکھ سب کٹ گیا
کیا کمی ہے پھر جو اس کے ساتھ سودا پٹ گیا

کرشن۔ تو اس سے یہ معلوم ہوا۔ کہ ؎

ڈوبتے جاتے ہو خود ہی کود کر منجدھار میں
سُکھ سے رہنا ہی نہیں تم چاہتے سنسار میں

بلوا۔ بھائی تم اس جھوٹے سنسار کی کونسی چیز میں سُکھ مانگتے ہو۔ کیا مخمل اور ریشم کی پوشاک کو

ہیں۔ جو میلے ہوتے۔ پھٹنے اور جسم سے اُتار کر پھینک دینے کے بعد کوڑی کو بھی نہیں پوچھی جاتی ہیں۔ کیا سونے چاندی کے زیوروں میں؟ جس کے لئے اپنے بیٹے باپ کے مرنے کے دن گنتے ہیں۔ چور چرا لے جاتے اور بھائی بھائی کے گلے پر چھری چلاتے ہیں کیا ان چمکتے دمکتے محلوں میں جو آندھی کے جھونکے پانی کے ریلے اور کال چکر کی ایک ہی ٹھوکر سے زمین پر اوندھے مُنہ گر کر مٹی کے ڈھیر نظر آتے ہیں ؎

چمک کیسی ہوس نے چار چاند ان کو لگائے ہیں
دِل ایک سُورج ہے سارے جسم چلتے پھرتے سائے ہیں
وہ سُکھ سُکھ ہی نہیں ہے جس میں دُکھ ہے ڈر ہے رونا ہے
ملاوٹ سے جو خالی ہو اُسے سمجھو یہ سونا ہے

کرشن۔ مگر کھوٹ اور ملاوٹ سے خالی ایسا خیالی سُکھ گرہستی آدمی کو اس سنسار میں نہیں مل سکتا۔

بلوا۔ نہیں بھائی مل سکتا ہے۔

شنکر۔ کہاں پہاڑوں میں۔ جھونپڑی یا بنوں میں؟

بلوا۔ نہیں گوکل کی جان۔ جسودھا کے پران۔ سری کرشن بھگوان کے چرنوں میں۔ بھائی وہ زنجیر جس میں شریر آتما گرفتار ہو کر بندھے ہیں۔ اُسے جے گوبند کہکر توڑ دو۔ دُنیا تمہیں نہیں چھوڑتی ہے۔ تو تم اس بیچ دُنیا کو چھوڑ دوست کو جانو۔ اپنے کو پہچانو۔ آتما کا کلیان کرو اور جس طرح مور جنگل میں اکیلا ناچتا اور خوش ہوتا ہے اُسی طرح تم بھی علیحدہ ایک جگہ چُپ چاپ ہو کر سری کرشن مُراری کا دھیان کرو ؎

دُکھ بھی سُکھ دیگا سمجھ جاؤ گے اپنی بھُول تم
پاؤ گے دُنیا کے ہر کانٹے سے ہر ایک پھُول تم
آؤ ڈھونڈیں ملکے سُکھ لیں راہ گوکل گام کی
آؤ بن میں ہم دُہائی دیں کرشنا نام کی

کرشن کا گانا

پریم کی راہ میں آنا۔ پر کٹھن ہے یہ جانا۔ پاتا بھید کو ہے دکھ بھاری ہے دشواری۔
چور ٹھگوں کی یہ بستی ساری بھول نہ جانا پریت نبھانا پریم کی راہ میں آنا ....

باب دوسرا　　پردہ چوتھا

چنتامنی کا مکان

چنتا۔ میرا کیا کھو گیا ہے۔ میں کس چیز کو تلاش کر رہی ہوں۔ نوکر۔ چاکر۔ دھن۔ مکان۔ کپڑا۔ کھانا سب کچھ موجود ہے۔ پھر بھی میرا دل کہتا ہے کہ وہ نہیں ہے۔ وہ کیا ہے۔ وہ کہاں ہے۔ وہ کس طرح ملے گی اے دل ایک ہی دنیا نہیں ہے۔ اگر وہ یہاں نہیں ملتا ہے تو آ کسی اور جگہ تلاش کریں۔ سے

انتریامی ہیں وہی خبر رکھیں ہر حال سے
اٹھ چلی گوکل گام کو پوچھیں بال گوپال سے

(کرشن اور شنکر کا آنا)

شنکر۔ پربھو بلو منگل کی تو کسوٹی پر گھس چکے۔ اب کیا چنتا کی آزمائش کیجئے گا؟
کرشن۔ ہاں شنکر۔ ایک سنساری منش کا روپ دھارن کرکے میرے آنے کا مطلب صرف یہی ہے کہ تمہیں دکھاؤں جس کے تن میں پاپ اور پیسے کی محبت تھی۔ اب اس میں گیان دھرم اور دوسروں کی بھلائی ہے۔
چنتا۔ دھن۔ دھام۔ دیش سب چھوڑ کر چلا گیا۔ یہاں تک کہ مجھے بھی چھوڑ گیا۔ پریم ہی سے زندہ تھا۔ اچانک اندھیرے میں بجلی چمکی۔ تب اس نے دیکھا۔ کہ سنسار میں نہ

کہیں پریم ہے۔ اور نہ کوئی چیز پریم کے لائق ہے ؎

اندھیرے اور دھوکے میں رہے گا عمر بھر تو بھی
جدھر کھینچ کر گیا ہے وہ اُسے من چل اُدھر تو بھی

(سامنے شنکر اور کرشن مہاراج کو دیکھ کر)

شیر بہار - آگیا۔ آپ کون مہا پُرش ہیں ؎

کرشن ؎
کوئی مجھ کو کہتا ہے بانکے بہاری
کہیں پر دکھاتا ہوں میں رُوپ دھاری
کہیں پر ہوں راجہ کہیں پر بھکاری
کہیں دیوتا ہوں کہیں پر پجاری
سمے کے مطابق ہے ہر کام میرا
نہ اِک رُوپ میرا نہ اِک نام میرا

چھنتا - ایسے سویرے سویرے جب کے گھروں میں اور مندروں میں سے نکلتی ہوئی گھنٹے اور سنکھ کی آواز ایشور کے بھگتوں کی بھگتی اور بانی سُنکر بڑے سے بڑے دِلوں میں بھی پاک خیالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس وقت ایک نیچ اور ذلیل رنڈی کے گھر جس کے دِل میں مکاری اور بے ایمانی کوٹ کوٹ کر بھری ہو آپ لوگوں کے آنے کا کیا مطلب؟

کرشن - ہم آنندی لوگ تمہارے گھر کو آرام کی جگہ سمجھ کر اپنا دِل خوش کرنے کے لئے آئے ہیں۔ مگر گھر میں قدم رکھتے ہی معلوم ہُوا۔ کہ کسی اچانک ٹھیس نے تمہارے دِل کے شیشہ کو چُور چُور کر دیا ہے۔ آج آٹھ روز ہوئے کہ تم نے کھانا۔ پینا۔ پہننا۔ ہنسنا۔ کھیلنا۔ ملنا۔ جُلنا۔ ملنا۔ ناچ۔ رنگ۔ ساتھ سنگ سب کچھ دِل سے دُور کر دیا ؎

نہ تن بدن کی خبر ہے نہ دھیان رہنے کا ہے
شکاری پھنس گیا کیا خود کسی کے پھندے میں

چنتا — کیا پوچھتے ہو کیوں ہوں میں دِل ملول بیٹھی !
میں یاد میں کسی کی دُنیا کو بھول بیٹھی !
آنکھوں کی نیند چنچل پر دین لے گیا ہے
اک سانولا سلونا دِل چھین لے گیا ہے

کرشن ۔ مگر تمہاری چاہت بھی چالاکی سے کب خالی ہوگی ۔ ضرور کوئی اُونچا اور مالدار گھرانا دیکھ کر نظر ڈالی ہوگی ۔

چنتا ۔ بھائی وہ بڑا ہی حسین اور خوبصورت ہے ۔

کرشن ۔ مگر ایک طوائف کو خوبصورتی کی نہیں ۔ پیسے کی ضرورت ہے ۔

چنتا ۔ وہ بڑا ہی عاقل اور بدھی مان ہے ۔

کرشن ۔ مگر مالدار نہیں ہے تو وہ کوڑی کا انسان ہے ۔

چنتا ۔ وہ اس دُنیا میں دیوتاؤں جیسا ہے ۔

کرشن ۔ مگر تم لوگوں کا دیوتا پیسہ ہے ۔

چنتا ۔ بھائی روپیہ پیسہ مال خزانہ کیا چیز ہے دولت تو اس کے گھر ایک ادنےٰ کنیز ہے ۔

— اُس کا جاہ حشمت زر بل بھی ہے راجمانی بھی ہے
جتنا وہ دھن والا ہے اُتنا ہی وہ دانی بھی ہے
وہ کسی کو اپنے دروازہ سے پلٹاتا نہیں
ہاتھ خالی آدمی آتا ہے ۔ پر جاتا نہیں

کرشن ۔ اوہو ایسا دانی ۔ اتنا بڑا خزانہ ۔ اُس مالدار شخص کا نام تو بتا نا ۔

چنتا ۔ میں نے اتنا بیان کیا ۔ مگر اتنے بیان پر بھی نہ جان سکے ۔ اُس کی صفتوں کا اتنا بیان کرنے پر بھی نہ پہچان سکے ۔

کرشن ۔ سنیں تو سہی ۔ آخر وہ کون ہے ماہ پارا جس کے حُسن پر آپ نے دِل وارا ۔

چنچلتا - راجہ باسدیو کے خاندان کا چمکتا ہؤا ستارہ دوارکا نگری کا دُولا راجدولہا کا پیارا جس نے ہم جیسوں کو دوزخ سے بچایا - اور اس ناپائدار دُنیا سے پار کرنے کے لئے برہم رُوپ چھوڑ کر کرشن اوتار دھارا ؎

مور مکٹ سر ساجے کانن کنڈل سو بھے
سوہے ارپن مال نرکھ دلوچن لو بھے
دودھ دہی ماکھن چکھ جائیں تسپہ نہ دکھاویں
کوئی ماکھن چور کہے اور کوئی چت چور بتاویں

کرشن - تو یوں کیوں نہیں کہتیں - کہ گوکل کے بال گوپال پر نثار ہوئی ہو - طبلہ سارنگی چھوڑ کر بانسری پہ ناچنے کو تیار ہوئی ہو بائی جی یہ تمہارے عیش و عشرت کرنے کا وقت ہے - یا سادھوؤں کی طرح مالا پھیرنے اور کرشن کرشن کی رٹ لگانے کا ؟ دھیان کرو - کیونکہ جوبن اور جوانی کا وقت بار بار نہیں آتا ہے ؎

وہاں دُکھ اور فاقہ ہے جہاں تیاگ اور بھگتی ہے
ٹھگا تھا تم نے دُنیا کو مگر یہ تم کو ٹھگتی ہے

چنچلتا - بھائی اب میں دُنیا کو ان آنکھوں سے نہیں دیکھتی - جن آنکھوں سے تم دیکھ رہے ہو - یہ تمام دُنیا مجھے دِل سے اُتار دے سارا سنسار دھتکار دے - جوانی - بھوگ بلاس سُکھ ہر ایک ٹھکرا دے - مگر میرے دُکھ کو دُور کرنے والے کرشن مُراری مجھے نہ بسرائیں تو بیڑا پار ہے - اب مجھے اس دُنیا کی نہیں - بلکہ اُس مالک کی مہربانی درکار ہے ؎

وہ کرشن پیارا وہ بنسی والا - وہ دوارکا دیش کا دُلارا
وہ بھگت سہارا وہ پاپ ہرتا وہ جس نے ڈوبتے ہوئے کو تارا
وہی ہے دھیرج وہی سہارا - میں اُسکی پیاری وہ میرا پیارا

کرشن۔ عقل اور تمیز سے کام کر۔ پاگل نہ بنو۔ یہ جوبن اور جوانی سُکھ کا ایندھن جس میں روز و شب کھیل رہی ہو۔ انہیں ٹھوکر نہ مارو۔ پہلے اپنے ارادہ پر دھیان کرو۔ اس کے بعد کسی دوسرے راستہ پر چلنے کا دھیان کرو۔ ؎

گھر زر سُکھ سب کھو دو گی کیا رکھا ہے ان باتوں میں
پھر آنسو ہوں گے آنکھوں میں اور بھیک کا پیالہ ہاتھوں میں

چنتا۔ ہاں میں بھیک مانگوں گی۔ اور ضرور مانگوں گی۔ مگر زیور کی نہیں۔ کپڑے کی نہیں۔ چاندی سونے کی نہیں۔ ہیرے موتی کی نہیں اور کسی کامی پُرش سے نہیں۔ مگر اپنے پیارے اور اس دُنیا سے نیارے سری کرشن بھگوان سے اُن کی بھگتی اور درشن کی بھیک مانگوں گی ؎

بھکارن کے کسی کی موہنی مورت پہ ڈورے ہیں
انہیں آنکھیں نہ سمجھ بھیک کے یہ دو کٹورے ہیں

گانا چنتا کا

موہے مدھوبن شیام بھلائے گیو رے۔
میں سوئی تھی اپنے بھون میں۔
سوئی کو آن جگائے گیو رے
بندرابن کی کنج گلی میں۔
مُرلی کی کوک سنائے گیو رے۔ موہے مدھوبن شیام
ایسے چور سے میں ہاری سے لے گئے چت سے چینا
نجر ملا کر شیام گئے۔ اب ڈھونڈت ہے اُن کو نینا۔
موہے مادھوبن شیام بھلائے گیو رے ....

باب دوسرا — پردہ پانچواں

دروازہ۔ راستہ

پہلی سہیلی۔ نہ نہ بہن! سادھو سنتوں کو چھیڑنا ٹھیک نہیں۔

دوسری۔ مگر یہ کون ہے؟

تیسری۔ نام گام تو ایشور جانے۔ مگر موجودہ حالت سے کوئی بڑا پہنچا ہوا سادھو معلوم ہوتا ہے۔

چوتھی۔ اجی سادھو مہاتما ہوتا تو کسی پہاڑ کی کھوہ میں جا کر دھونی رماتا۔ ہم دنیاداروں کو اپنی بھگتی دکھانے نہ آتا۔

دوسری۔ بہن ہمارے بھارت کا آدھا ناش تو بے علمی اور نااتفاقی نے کیا ہے۔ اور آدھا ستیاناس ان ٹھگ سادھوؤں کی ٹھگی نے کیا ہے۔ ان پاکھنڈیوں میں بھی نہ شرم ہے۔ نہ دھرم ہے۔ نہ دھیان ہے۔ نہ گیان ہے۔ غریب دنیادار اپنا لہو پانی ایک کر کے کماتے ہیں۔ یہ انہیں بے وقوف بنا کر لوٹ لوٹ کر کھاتے ہیں۔ ان مہاتما کی بھی اس شہر میں ذرا شہرت ہونے دو۔ پھر دیکھنا۔ نوکری چاکری۔ دھن دولت غرض جو کچھ کہ ایشور کے خزانہ میں ہے۔ دھڑا دھڑ لٹانے لگیں گے۔ اور ایک روز کسی بالک یا استری کا گلا دبا کر جو کچھ ہتھے چڑھے گا لے کر چمپت ہو جائیں گے۔

پہلی۔ بہن تم تو ہر ایک کو ایک لاٹھی سے ہانکتی ہو۔ یہ سچ ہے آج کل ہزاروں بیل اور بھینس سے موٹے تازے ہٹے کٹے فقیری بھیس کئے حرام کی کمائی کے ذائقہ میں چیل اور گدھ کی طرح ہمارے اوپر منڈلا رہے ہیں۔ خود اندھے ہو رہے ہیں اور اوروں کو اندھا بنا رہے ہیں۔ مگر یہ مثل مشہور ہے سہ

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد
خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

انہیں جھوٹے جٹا دھاریوں میں ایسے ایسے بھی ہیں۔ جنہوں نے محبت اور حرص کے بھوت کا سر کچل کر اپنے قدموں میں ڈال رکھا ہے۔

(بھاگیرتھی کا آنا)

بھاگیرتھی ۔ بہن سروجنی میں نے سنا ہے کہ محلہ میں آج کوئی بہت بڑا سادھو آیا ہے۔

تیسری ۔ اور سادھو بھی ایسا۔ دنیا سے نرالا۔ بات بات میں سری کرشن کی رٹ لگانے والا۔

بھاگیرتھی ۔ اوہو ایسا بھگت۔

چوتھی ۔ اس کے پاس جا کر ایک بار سری کرشن مہاراج کا نام لے دو۔ تو جس طرح برسات میں سوکھا ہوا نالہ زور شور سے بہنے لگتا ہے۔ اسی طرح وہ بھی لگاتار کرشن کرشن کہنے لگتا ہے۔

بھاگیرتھی ۔ جب تو ضرور اس کے درشن کرنے چاہئیں۔

چوتھی ۔ لو وہی سامنے سے آ رہا ہے۔

(بلوا منگل کا گاتے ہوئے آنا)

(گانا بلوا منگل کا)

جگ کو دو رنگی پایا ۔۔ مورکھ ہے جو للچایا
کہیں سکھ کا امرت برسے ۔۔ کوئی بوند پانی کو ترسے
کہیں موہ ہے کہیں مایا ۔۔ مورکھ ہے جو للچایا جگ کو۔۔۔
کوئی اوڑھے ہے شال دوشالے ۔۔ کوئی کاندھے کملیا ڈالے
کوئی رکھے ہے فوج رسالے ۔۔ کوئی پیٹ مانگ کے پالے۔۔۔۔
کہیں دھوپ کہیں ہے چھایا ۔۔ مورکھ کیوں للچایا

تیسری - یوگی راج پالاگی۔

بلوا۔ بابا مجھ پاپی کو پالاگی کیوں کہتے ہو ؎

پالاگو اُس کے جو سب کے اشٹ دیش کہلائے
پالاگو اُس کے جن کے آگے برہما سیس جھکائے
پالاگو اُس کے جو سب کا کلیش سنکٹ کھوئے
پالاگو اُس کے جن کا نام لیت سکھ ہوئے

چوتھی - (الگ) اچھا اب دیکھو میں اِس ستار کے تار کو چھیڑتی ہوں (ظاہرا) پرماتمن دیو بابا! تو کیا آپ ہم کو یہ نصیحت کرتے ہیں۔ کہ ہم صرف کرشن بھگوان کو پالاگن کریں۔

بلوا۔ ہاں ؎ کرشن نام گھٹ گھٹ میں بستا روم روم میں رہتا
کرشن نام کو گیانی جپتا کرشن نام کو کہتا
کرشن نام سے سوتا جاگے بھاگے پاپ اور ممتا
کرشن نام سچا سب جھوٹا توڑ جوڑ اور ممتا

پہلی - کیوں بہن دیکھا؟

بھاگیہ بھری - ہاں دیکھا۔ اور بہت آنند پایا۔ اور پریم بھگت آج تک میرے دیکھنے میں نہیں آیا۔

تیسری - اب دیکھو میں بھی گرم توے پہ چھینٹیں دیتی ہوں۔ اوہو سادھو مہاراج! کرشن کے نام سے اتنا پیار۔

بلوا۔ کرشن کا نام ہی ایسا ہے ؎

کرشن کرشن کر شام سویرے کرشن کرشن کہو پیارے
کرشن نام ہی کام سدھارے کرشن نام ہی پار اُتارے
کرشن نام بن تیرہ نہ پایا لاکھ جتن کر ہارے
کرشن نام ہی پار اُتارے کرشن نام ہی تارے

کرشن - کرشن - رادھا کرشن - رادھا کرشن

پہلی ۔ مگر مہاراج ہندو قوم تو کرشن رام دونو کی بھگت ہے۔ کرشن کرشن کے ساتھ ہم کو رام رام کا بھی تو جاپ کرنا چاہیئے۔

بلوا۔ سے ایک کان کے دونوں ہیرے ایک سیپ دو موتی
دونوں کی علگتی بن نشپھل جائیں ہرن اور ہوتی
رام کرشن ہیں - کرشن رام ہیں۔ ایک سُورج دو جوتی
رام کہو یا کرشن کہو دونوں سے مُکتی ہوتی

بھاگیرتھی ۔ جوگیشور آپ کا اس نگر میں آنا ہم لوگوں کے لئے بڑی عزت کی بات ہے۔ اگر کوئی سیوا ہمارے لائق ہو۔ تو حکم کیجیئے۔

بلوا۔ بابا آکاش سایہ کرتا ہے۔ زمین بستر بچھاتی ہے۔ ہوا پنکھا ہلاتی ہے۔ درخت اپنے پتوں کے برتن میں پھل پھول کا بھوجن کھلاتے ہیں۔ ندی اور دریا اپنا ٹھنڈا اور شیریں پانی پلاتے ہیں سے

جو کچھ ہم کو چاہیئے دیتے ہیں رگھوناتھ!
پھر اب کیوں پھیلایئے ہر ایک کے آگے ہاتھ
اچھا ہے تو بس یہی اُنگلی سے کوئی تھام
پوچھت پوچھت لے چلے نندلال کے گام

(خود سے) آہا سُندر ہو - اور آتی سُندر ہو۔

پہلی - بہن بیراگی یا تو ادھر دیکھتا ہی نہ تھا - اور اب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ہی کو تک رہا ہے۔

بھاگیرتھی ۔ کسی خیال میں ہوگا۔

چوتھی ۔ بہن بہت دیر ہوئی - اب سادھو مہاراج کو پرنام کرو - اور گھر کو چلو۔

بھاگیرتھی۔ گرو جی پالاگی۔

(سب کا نمسکار کر کے جانا)

بلوا۔ اسے آنکھو تم نے پاگل پن کی اندھی داسیو کیا دیکھ رہی ہو۔ اے دل میں نہ کہتا تھا۔ کہ آج آنکھیں بند رکھ۔ آخر دروازہ کھلا ہوا دیکھ کر چور گھس پڑے۔ اب کیا کروں۔ ہاں یہی ٹھیک ہے۔

(جھولی مالا وغیرہ پھینک کر بھاگیرتھی کے پیچھے پیچھے دیوانہ وار جاتا ہے)

باب دوسرا — پردہ چھٹا

نگر سیٹھ کے گھر کا دروازہ

(ملہا دروازے کے سامنے بیٹھا ہے منگلا اور نگر سیٹھ آتے ہیں)

منگلا۔ وہ دیکھیے ابھی تک دروازہ کے سامنے ٹکٹکی لگائے بیٹھا ہے۔

نگر سیٹھ۔ اور اسی حالت میں اسے پورے چوبیں گھنٹے ہو گئے ہیں۔

منگلا۔ ہاں۔ اور نہیں معلوم کہ بیٹھے ہوئے کتنے روز ہوئے۔ اور دیکھئیے ابھی کتنے روز اور گذریں گے۔

نگر سیٹھ۔ بڑے دکھ اور شرم کی بات ہے۔ کہ ایک بھوکا پیاسا سادھو ہمارے دروازہ پر بیٹھا ہو۔ اور تم ہاتھ جوڑ کر نہ اس کا مطلب پوچھو۔ نہ اس کی سیوا کرو۔ نہ بھوجن کراؤ۔ دیکھو اور اندر چلی جاؤ۔

منگلا۔ میں نے اور بہن کملا نے ایک نہیں لاکھ بار بنتی کی ہوگی۔ مگر یہ نہ کسی کے سامنے نظر اٹھا کر دیکھتا ہے۔ نہ سنتا ہے۔ نہ بولتا ہے۔ بس دروازہ ہی کے سامنے

دیکھتا رہتا ہے۔

نگر سیٹھ۔ تعجب ہے۔

منگلا۔ میرا دل تو یہ کہتا ہے۔ کہ یہ کوئی پاگل ہے۔

نگر سیٹھ۔ منگلا سونا ہمیشہ مٹی کے اندر رہتا ہے اور پہنچا ہوا سنت سادھو پاگلوں ہی کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ دسرتھ جیسے راجہ کے لال رامچندر جی چودہ سال تک غریب بن باسیوں کے لباس میں اپنے آپ کو چھپائے ہوئے تھے۔ کرشن مہاراج مدت تک گوالے کا روپ بنائے ہوئے تھے اور بہت سی مثالیں ہیں۔ اس لئے ہمیں اس کی ظاہری حالت کو دیکھ کر اس کی محبت نہ کم کرنا چاہیئے۔ سب کی عزت کرنا اور سب کے آگے سر جھکانا چاہیئے۔ اچھا تم اندر جاؤ۔

(جانا منگلا کا)

(بلوا سے) مہاتما جی آپ کا داس آپ کے قدموں پر سر جھکاتا ہے۔

بلوا۔ کیا وعدہ کیا۔ کیا رات اندھیری رہے گی؟

نگر سیٹھ۔ سادھو جی مہاراج۔ آپ کا بھگت آپ کے چرنوں میں ہاتھ جوڑ کر کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔

بلوا۔ کیا اس دروازہ سے ستاروں کے جھرمٹ میں مہتاب کبھی نہ نکلے گا؟

نگر سیٹھ۔ مہاراج۔ جبکہ آپ کے سامنے آپ کے سیوک کا گھر اور اس گھر میں داس اور داسیاں آپ کی خدمت کے لئے موجود ہیں تو آپ راستہ میں بیٹھ کر تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں۔ مہربانی کر کے اٹھئے۔ آیئے اور اس گھر میں قدم رنجہ فرما کر اس گھر کو عزت بخشئے۔

بلوا۔ دیالو۔ تم کون ہو؟

نگر سیٹھ۔ ہری سیوکوں کا سیوک۔ آپ کے داسوں کا داس۔ آیئے پدھاریئے آپ میرے دل

کے دُکھ دُور کرنے والے ہیں۔ میں اور میری استری اور میرا گھر سب آپ کے داس اور آپ کی سیوا کرنے والے ہیں۔

بلوا۔ اگر تمہارے نگر میں کوئی بہت بڑا طوفان یا کوئی مہلک بیماری یا مصیبت آئے یا کوئی آفت آئے اور تمہارے گھر کے دروازہ کی کُنڈی کھٹکھٹائے تو کیا تم دروازہ کھول دو گے؟ اور کیا ایک سانپ یا بھیڑیا۔ ایک خُونی یا ڈاکو کو اپنے گھر میں جگہ دے دو گے؟

نگر سیٹھ۔ پر بھو میں سمجھا نہیں۔

بلوا۔ ہر چیز جو چمکتی ہے۔ سونا نہیں ہوتی۔ ہر پہاڑ سے ہیرے کی کان نہیں نکلتی۔ ہر جنگل میں چندن کا درخت نہیں ہوتا۔ اسی طرح ہر ایک انسان جو فقیری سادھو وانہ لباس گئے ہوئے ہے۔ سادھو نہیں ہو سکتا تم جو دیکھتے ہو۔ اور سمجھتے ہو۔ سنتے ہو سو ترج بچار کرتے ہو۔ ان میں سے میں کچھ نہیں ہوں۔ مفلس ہوں کمینہ زنار کار انسانی شکل میں ایک حیوان سے بھی بدتر ہوں جس کا سایہ تک سفید کپڑوں کو داغ لگا دیتا ہے میں خوشبو دینے والا چندن نہیں ہوں۔ بلکہ ایک زہر میں ڈوبی ہوئی لکڑی ہوں۔ جو جلنے میں بدبو اور دھواں پھیلاتی ہے۔

نگر سیٹھ۔ آپ کچھ بھی ہوں۔ پھر بھی ہمارے پربھو ہیں۔ ہمارے دھرم رکھشک ہیں۔ ہمارے پرم پُوجیہ ہیں۔ آپ ہی کی خدمت سیوا سے ہم کو مکتی مِل سکتی ہے۔

بلوا۔ کیا تم میرا ایک سوال پُورا کر سکتے ہو؟

نگر سیٹھ۔ حکم کیجئے۔

بلوا۔ کیا تم اپنے خیال اور دِل پر قائم رہ سکتے ہو اور زبان پر قبضہ رکھ سکتے ہو؟

نگر سیٹھ۔ امتحان کیجئے۔

بلوا۔ اچھا تو صبر کے ساتھ سُنیے میں کام دیو کے زبردست پنجہ سے نکل کر مورگ کی طرف بھاگا جا رہا تھا۔ کہ اسی عرصہ میں جیسے ایک پرندہ اُڑتا ہُوا تیر کھا کر شکاری کے قدموں

میں آ گرتا ہے۔ اُسی طرح اُدھر سے جاتی ہوئی تمہاری استری کے تیر نظر سے گھایل ہو کر اس دروازہ پہ آ پڑا ہوں۔ اب تم اگر کوئی سیوا میری کر سکتے ہیں تو میری یہ آرزو ہے۔ کہ ایک شب تمہاری عورت کے ساتھ ایسی حالت میں بسر کروں کہ جب چاروں طرف عالم خاموشی چھا رہی ہو۔ اور وہ اپنے زیور اور نفیس پوشاک سے بن سنور کے پھولوں کی سیج پر لیٹی ہوئی بہشتی حور کو شرما رہی ہو۔

نگر سیٹھ ۔ ہے بھگوان۔ یہ میں نے کیا سُنا۔ اس نے یہ کیا کہا۔ اُجالے کی شکل میں اندھیرا۔ سادھو کے بھیس میں لٹیرا۔ شرم کرو۔ اپنی نہیں تو سادھو کے کام کی۔ سادھو کے بھیس کی سادھو کے دھرم کی شرم کرو۔ ایک ہندو عورت سادھو اور براہمن کو اپنے پتا کے برابر سمجھتی ہے۔ پھر تم کس طرح اپنی زبان سے ایسے کلمے نکالتے ہو۔ کیا یہ شرم کی بات نہیں ہے کہ باپ ہو کر بیٹی کو نظر بد سے دیکھے ؎

تب ہی بھارت مٹ گیا برباد سنساری ہوئے
جب براہمن اور سادھو بھی دُراچاری ہوئے
ہم ہیں کشتی اور کھِویا اسکے بھوساگر میں تم
دونوں ڈوبیں گے رہے گر اس طرح چکر میں تم

بلوا ۔ میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ جو تم سمجھتے ہو۔ وہ میں نہیں ہوں۔ اب تمہیں یہ اختیار ہے چاہے مانو یا نہ مانو۔ چاہے اُسے بُری نظروں سے دیکھو یا منظور کرو ؎

زر۔ زمین اور استری تینوں دُکھ کے گھر
ان سے بچنا ہے مشکل سب کو اُن کا ڈر
بوئے پھل کی آس رکھو دل میں ہر کا بھیت
اُوپر سے بجلی گری جل گیا سارا کھیت

نگر سیٹھ ۔ مگر زر۔ زمین اور عورت کی محبت اور لالچ دور کرنے ہی والوں کو سادھو کہتے

ہیں۔ اگر سادھو ہونے کے بعد بھی دُنیا کی چیزوں کا دِل میں لالچ اور پیار ہے تو ایسے سادھو بننے پر دھتکار ہے۔

بلوا۔ بھگت جن سادھو ہو یا برہم چاری راجہ ہو یا بھکاری۔ مگر لالچ سے کوئی نہیں خالی۔ ایشور کی مہربانی کے سوا یہ حرص کی زنجیر کسی طاقت سے نہیں ٹوٹ سکتی ہے

مکھ بن کٹا دیکھے یسیں بہاری جٹا دیکھے۔ یوگی کن پھٹا دیکھے
جھاڑ لائے تن میں

بولی ان بول دیکھے۔ مور اسر جھول دیکھے۔ کرت کلول دیکھے
بن کھنڈی بن میں

بیر دیکھے سور دیکھے۔ گنی اور کرور دیکھے۔ مایا سے بھرپور دیکھے
پھول رہے دھن میں

آدا نت سکھی دیکھے۔ جنم ہی کے دُکھی دیکھے۔ پردہ نہ جُن مکھی دیکھے
لوبھ نہیں من میں

نگر سیٹھ ہے ایشور اب میں کیا کروں۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ آدمی دھن۔ زیور۔ کپڑا۔ گھر۔ گاؤں۔ جان سب کچھ دے سکتا ہے۔ مگر اپنی رگوں میں شریف ماں باپ کا لہو رکھ کر اور شریفوں میں پیدا ہو کر اپنی عزت اور اپنا دھرم دوسرے کو کیسے حوالے کر سکتا ہے۔ مگر نہیں سادھو سیوا ایک سچے ہندو کا اول دھرم ہے۔ ایک ہر نام لینے والے کو نا اُمید کر نا آئے ہوئے بھگوان کو اپنے دروازے سے واپس کرنا۔ ایشور ہی جانے وہ کون ہے۔ اور کس بھیس میں ہے ضرور یہ میری سادھو سیوا کا امتحان لینا چاہتا ہے۔ بھگت جن چلیئے۔ میں آپ کا سوال پورا کروں گا۔

(دونوں کا جانا)

باب دُوسرا — پردہ ساتواں

نگر سیٹھ کا مکان

(اندرونی حصّہ)

بھاگیرتھی۔ ناتھ میں ابھی تک آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔

نگر سیٹھ۔ پیاری میرا یہ مطلب ہے۔ کہ میں نے آج تک اپنے تن۔ من۔ دھن دھام سے ایشور کی ارادھنا کی۔ مگر آج تمہاری خوبصورتی اور حُسن سے اس کی پُوجا کرنی چاہتا ہوں۔ تمہیں یاد ہوگا۔ کہ اس مکان کی نیو ڈالتے وقت ہم دونوں نے ایک دِل اور ایک زبان ہو کر یہ قول کیا تھا۔ کہ جب تک دم میں دم رہے گا۔ ہم کسی سوالی کو اپنے دروازے سے واپس نہ ہونے دیں گے۔ ایشور کی مدد اور دیوتاؤں کی مہربانی سے آج تک ہم اپنے قول کو پُورا کرتے چلے آرہے ہیں مگر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ آج کا دِن ہمارے دھرم اور قول کے امتحان کا دِن ہے۔ ایک عجیب مزاج کا سادھو ہمارے دروازہ پر آیا ہے۔ اور ایک ایسی چیز کا سوال کرتا ہے۔ کہ اگر اس کو پورا کروں تو ذلت اور شرم ہے۔ اور اگر نہ کروں۔ تو اپنے قول سے جھوٹا ہونا پڑتا ہے۔

بھاگیرتھی۔ ناتھ جب ایک سچا اور شریف آدمی اپنے بھائی بندوں اور دوستوں کے سامنے کھائی ہوئی قسم توڑنا ذلت اور شرم سمجھتا ہے تو آپ اس سروشکتی مان کے سامنے کی ہوئی پرتگیا کس طرح توڑ سکتے ہیں۔ آپ کو ضرور اس سادھو کا سوال پورا کرنا چاہیئے۔

نگر سیٹھ۔ مگر اس کا ایسا سوال ہے۔ جس کا پُورا ہونا محال ہے۔

بھاگیرتھی۔ ناتھ ہم ایک سنساری آدمی ہیں اور ایک سادھو اچھی طرح جانتا ہے کہ سنساریوں کے پاس شکتی بھگتی لوک پرلوک پرمانند کچھ نہیں ہوتا۔ صرف دھن۔ مکان۔ کپڑا۔ بھوجن ضروری

چیزیں ہیں وہ بھی ضرور انہیں چیزوں میں سے کوئی چیز مانگنے آیا ہے۔ آخر اُس نے اپنا منشا تو ظاہر کیا ہوگا۔

نگر سیٹھ ۔ وہ عجیب سادھو ہے۔ اور عجیب چیز مانگتا ہے۔

بھاگیر بھتی ۔ گھر۔ زیور۔ گاؤں۔ زمین۔ ہیرا۔ موتی؟

نگر سیٹھ ۔ نہیں۔

بھاگیر بھتی ۔ پھر؟

نگر سیٹھ ۔ تعجب کروگی۔ چونک پڑوگی۔ وہ تم کو مانگتا ہے۔

بھاگیر بھتی ۔ ناتھ!

نگر سیٹھ ۔ وہ گھر کے مالک سے گھر کی لکشمی مانگتا ہے وہ خاوند سے بیوی مانگتا ہے۔

بھاگیر بھتی ۔ اور وہ سادھو ہے؟

نگر سیٹھ ۔ ہاں۔

بھاگیر بھتی ۔ اور وہ ہندو ہے؟

نگر سیٹھ ۔ ہاں۔

بھاگیر بھتی ۔ دھرم اور پاپ کو سمجھتا ہے؟

نگر سیٹھ ۔ ہاں۔

بھاگیر بھتی ۔ جب تو ضرور آپ نے اس کے الفاظ سمجھنے میں غلطی کی۔

نگر سیٹھ ۔ نہیں پیاری نہیں۔ جس طرح بھونچال سے پہاڑ پھٹ جاتا ہے اور اس کے پھٹنے کی آواز کوسوں تک جاتی ہے۔ اُسی طرح اس کی باتوں کو سننے اور میرے سمجھنے میں کان اور عقل دونوں کو دھوکا نہیں ہوا۔ تم نے اس کا مطلب اور مشکل سمجھ لی۔ اس کے سوال کا کیا جواب دوں۔ بتاؤ اب میں کیا کروں؟

بھاگیر بھتی ۔ ناتھ زہر سے آبحیات پیدا نہیں ہوتا۔ ایک کیکر کے درخت میں خوشنما اور خوشبودار

پھول نہیں کھلتا۔ اور پاپی آدمیوں کے پاپوں سے دھرم نہیں چل سکتا۔ کیا کسی نے ایک دوسرے کی مدد کرنے کی قسم کھائی ہو۔ تو اُس کے یہ معنی ہو سکتے ہیں۔ کہ ایک ڈاکو چور بدمعاش کو اندھیری رات میں چراغ دکھا کر دوسرے گھروں کا راستہ دکھلا دے۔ اندھے بھیڑیئے کو لے جا کر بکریوں کے گلہ میں پہنچا دے۔ ایک بے رحم جلاد کو ایک بے قصور بچہ کا گلا کاٹنے کے لئے چھری دیدے۔ کیا آپ کو شاستروں اور ویدوں میں لکھی ہوئی اور پڑھی ہوئی نصیحت یاد نہیں ہے کہ ایسے عہد و پیمان کا توڑنا پاپ اور اپرادھ نہیں ہے۔"

نگر سیٹھ۔ پران پیاری۔ ہم دُنیا کو ٹھگ سکتے ہیں۔ مگر پرماتما کو دھوکا نہیں دے سکتے ہیں مکان کے تیار ہونے کے بعد ہم نے جس وقت ایک دِل اور ایک زبان ہو کر سادھو سیوا کی قسم کھائی تھی۔ اس بات کی کوئی قید نہیں لگائی تھی کہ اگر یوں ہوگا۔ تو یوں کریں گے اور شادی کے وقت بیدی کے سامنے بیٹھ کر دھرم اور پرماتما کو گواہ دے کر تم نے یہ قسم نہیں کھائی تھی۔ کہ میرا جسم۔ دِل۔ دھن۔ جان سب کچھ کے مالک تم ہو۔ میں نے تم کو دیا۔ آج میں تمہاری اُس قسم اور خاوند پرستی کا امتحان کروں گا۔ دھرم اور دیوتاؤں کے سامنے سچا ثابت ہونے کے لئے تم کو دان کروں گا۔

بھاگیہ لکشمی۔ ناتھ! میں تمہارے قدموں کی خاک اور تمہاری داسی ہوں آپ کے سامنے آنکھ اُٹھا کر دیکھنے اور بولنے کا کوئی اختیار مجھ کو نہیں ہے۔ پھر بھی اتنا ضرور کہوں گی کہ شو ہو یا کرشن وشنو یا برہما مہیش ہو یا گنیش۔ مگر میں آپ کے قدموں ہی میں سُرگ اور مکتی جانتی ہوں۔ پھر آپ مجھے اس پاپ میں کیوں گراتے ہیں۔ کیا جس پیشانی پر اپنے ہاتھ سے چندن کا تلک لگایا تھا۔ اُسی پر اب سیاہی کا ٹیکا لگانا چاہتے ہو؟

گانا

ہوں میں تو داسی تمہاری جی تم سے چرن پر واری جی۔
تن من دھن سے ہوں میں چیری تم چیری کے ناتھ۔

لاج ہے ایسی نرمل ابلا کی سوامی تمہرے ہاتھ میں۔

نگر سیٹھ۔ پران آدھار میں جانتا ہوں کہ عورت کا دھن۔ زیور حسن جو کچھ ہے۔ اُس کی پارسائی اور خاوند پرستی ہے۔ اگر یہی اُس سے چھین لیا جائے تو پھر اُس کے پاس کچھ باقی نہیں رہتا۔ جس ایشور نے دروپدی اور سیتا کی لاج رکھی تھی۔ وہ تمہاری عصمت بھی بچائے گا۔ اس لئے اس ایشور پر بھروسہ اور اس سادھو کا سوال منظور کرو اگر میری ہو تو میرا عہد جو میں اس سے کر آیا ہوں۔ پورا ضرور کرو۔

بھاگیرتھی۔ ناتھ میں اس سنسار ساگر میں ایک ٹوٹی ہوئی کشتی ہوں جس کا لنگر پرماتما نے تمہارے ہاتھ میں دیا ہے اب تمہیں اختیار ہے۔ چاہے اُس کو ڈبو دو چاہے پار کرو۔

گانا

لاج میری تو رکھ لے ہے سوامی ۔ میں پڑی ہوں سنکٹ میں۔
ست پن کو تو میرے رکھ لے۔ میں چیری ہوں ہے دُکھ بھنجن۔ لاج۔

(نگر سیٹھ کا بلوا کے پاس آنا)

نگر سیٹھ۔ بھگت راج یہ میری استری ہے۔ اور آپ کی داسی۔

بلوا۔ سُندر۔ اور بہت سُندر۔

نگر سیٹھ۔ پربھو یہاں براجیئے۔

[بلوا کو محل کے اندر پہنچا کر نگر سیٹھ کا چلے جانا۔ بھاگیرتھی اور بلوا کا وہاں رہ جانا]

بلوا۔ (خود سے) دُنیا کا ہر ایک چور اور ڈاکو چُپ چاپ اندھیری رات میں آکر چھاپا مارتا ہے مگر ایک حسین عورت ایک ایسی بے دھڑک اور دلیر ڈاکو ہے۔ کہ اپنے دوپٹے کے آنچل کی سرسراہٹ اور جھانجر کی چھنکار سے شور مچاتی ہوئی آتی ہے۔ اور بڑے بڑے بہادروں کو آن کی آن میں لوٹ کر چلی جاتی ہے۔ اندر جیسا دیوتا بشوامتر جیسا رشی۔ گورکھ جیسا یوگی۔ کپل منی جیسے ست و بوجب۔ اہلیہ رنبہا۔ رنبھا اور ستیہ گندھا

کے سامنے تسکتی وان ہوکر اپنے بیرج کی رکھشا نہ کر سکے۔ تو سنساری آدمی ان حسینوں کا کس ہتھیار سے مقابلہ کر سکتا ہے۔

بادل کھل گئے تھے۔ طوفان تھم گیا تھا۔ سمندر ہلکا ہو گیا تھا کہ یکایک ایک حسین عورت کی آنکھ میں رہنے والی بجلی سوتی ہوئی لہروں کو جگاتی ہوئی اور جھنجھوڑتی ہوئی تڑپ کر نکل گئی صبر بے صبری سے بدل گیا۔ کمبخت بلوا منگل پاؤں تجھے اندھیرے سے اُجالے کی طرف لے جا رہے تھے۔ مگر آنکھوں نے تیرے لئے دُکھ اور نرک کا راستہ تجویز کیا۔ کیا اب بھی ان آنکھوں کو اپنا دوست اور رفیق سمجھتا ہے۔ کیا اب بھی ان کو پیار کرتا ہے۔ بیوقوف یہ ہمیشہ دوستوں کی دشمن اور دشمنوں کی دوست ثابت ہوئی ہیں۔ یہ دِل کے قلعہ کی دغاباز چوکیدار ہمیشہ دھوکا دیتی ہیں۔ بھیس بدلے ہوئے دشمنوں کو انہیں دروازوں سے اندر داخل کر لیتی ہیں۔ اور دِل کی سلطنت لٹا دیتی ہیں (بھاگیرتھی سے) مائی کیا دو سوئے مِل سکتے ہیں۔

(سوئے دے کر)

بھاگیرتھی۔ مہاراج کیا کرو گے؟

بلوا۔ مائی۔ آتما اور پرماتما کا تعلق ٹوٹ گیا ہے۔ اُسے دامودر نام کے دھاگے سے سینا چاہتا ہوں۔

بھاگیرتھی۔ مہاراج اس کا کیا مطلب۔ میں سمجھی نہیں۔

بلوا۔ مائی۔ میں اپنے پاپوں کے ساتھ لڑا اور ان پر فتح پائی۔ دِل کے ساتھ لڑا اس کو جیت لیا۔ آخر ان آنکھوں سے ہار گیا۔

نظم
یہی رونا یہی آفت یہی دُکھ دمبدم ہوگا
کمینی موذیو نکلو۔ نہ تم ہوگی نہ غم ہوگا

(بلوا کا آنکھیں پھوڑنا)

بھاگیرتھی - ارے دوڑو۔ سادھو مہاراج نے اپنی آنکھیں پھوڑ لیں۔

(نگر سیٹھ کا آنا)

نگر سیٹھ - مہاراج یہ آپ نے کیا کیا؟

بلوا - بھائی ڈرو نہیں گھبراؤ نہیں۔ یہ مجرم آنکھیں اسی سزا کے قابل تھیں۔ چاند ہمیشہ اندھیرے میں روشنی دیتا ہے۔ اسی طرح جب تک یہ باہر کی آنکھیں بند نہ ہوتیں۔ اندر کی آنکھیں کبھی نہ کھلتیں۔

(شہریوں کا آنا)

ایک شخص - ارے یہ کیا کیا؟

بلوا - کچھ نہیں۔ قسمت کا لکھا ہوا کب ٹلتا ہے۔ ارے چل اب کدھر چلتا ہے۔

(بلوا کا اٹھ کر اندھوں کی طرح ٹٹولنا اور گانا)

بلوا منگل

(گانا) سوچ سوچ کے مسافر چلنا اس جگ میں۔

گھور اندھیرا پاپ لٹیرا۔ لوٹ نہ لے دھن تیرا رے بابا

لوٹ نہ لے دھن تیرا — سوچ سوچ کے چلنا . . .

باندھ کمر جب تک ہے سویرا۔ چھوڑ دے یہ میرا تیرا

کرشن کرشن بھجنا اس جگ میں۔ سوچ سوچ کے چلنا . . . .

(ڈراپ سین)

باب تیسرا   پردہ پہلا

جنگل

(چنتا کا آنا)

چنتا۔ اے آنکھ تو رو رہی ہے۔ تجھے رونا ہی چاہیئے۔ مگر اتنا رو کہ جس سے تیرے دل کی سیاہی دُھل جائے۔ اے بدن۔ بے وقوف چنتا نے تجھے سونے چاندی سے ڈھانپا۔ اور خوشبوؤں سے معطر کیا۔ پھولوں سے سجایا۔ لیکن تو اتنے پردوں کے اندر سے بھی اپنا نیچ پن ظاہر کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اب یہ جوگیا لباس ہی تیرا پردہ رکھ سکتا ہے مگر اس حالت میں کہ تو بھی اُس کی قدر کرے۔

(کرشن بھگوان کا بچہ کی شکل میں آنا)

بالکرشن۔ تم کون ہو اور اس جنگل میں اکیلی کیوں بیٹھی ہو؟

چنتا۔ بچے اس دُنیا میں سب ہی اکیلے ہیں۔ دھرم کے سوائے کوئی اپنا نہیں۔ کرم کے سوائے کوئی اپنا ساتھی نہیں۔ اور کرشن کے سوائے کوئی اپنا دوست نہیں۔

بالکرشن۔ اوہو۔ تو شاید تم کرشن کی بھگت ہو اور بندرابن کو جا رہی ہو۔

چنتا۔ (خود سے) اس بچہ کی آواز سُنکر دل میں خوشی اور امنگ کیوں لہریں مارتی ہیں۔ (ظاہرا) لڑکے تو کون ہے؟

بالکرشن۔ ایسے روکھے پن سے کیوں پوچھتی ہو۔ کیا تمہارے کرشن نے تمہیں میٹھی بات کرنا نہیں سکھایا

جنیا - تو اور کس طرح پوچھوں؟

بالکرشن - یوں پوچھنا چاہیئے۔ کہ مہاراج آپ کون مہاپرش ہیں۔

جنیا - اچھا یونہی سہی - مہاراج آپ کون مہاپرش ہیں۔

بالکرشن - میں گوکل کا گوالہ اور تمہارے کرشن کا ہمسایہ ہوں۔

جنیا - تم گوکل کے گوالے ہو۔ میرے کرشن کنہیا کے گاؤں میں رہنے والے ہو۔ آؤ بچہ آؤ۔ میرے نزدیک آؤ اور میرے کلیجہ سے لگ جاؤ۔ کرشن کے ملنے والے میرے دل کو سرد کرو۔

بالکرشن - اوں ہوں۔

جنیا - کیوں؟

بالکرشن - اوں ہوں۔

جنیا - آؤ نا۔

بالکرشن - اوں ہوں۔ میں تمہارے پاس کیوں آؤں۔ تم تو کرشن کو چاہتی ہو۔ میں تو اُس کے پاس جاؤں گا۔ جو مجھے چاہے گا۔

جنیا - میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں بھی چاہوں گی۔

بالکرشن - اوں ہوں - دونوں میں سے ایک کو۔ یا کرشن کو چاہو یا مجھے پیار کرو۔

جنیا - تو کیا میں دونوں کو پیار نہیں کر سکتی۔

بالکرشن - اوں ہوں - ایک آنکھ سے دس چیزیں دیکھ سکتے ہیں مگر ایک دل سے ایک ہی کو پیار کر سکتے ہیں۔ سمجھی۔ یعنی میں شرکت کی دوستی نہیں چاہتا ہوں۔ اچھا اب میرے دودھ۔ دہی بیچنے کا وقت ہو گیا ہے۔ اب میں جاتا ہوں۔

جنیا - ٹھہر پیارے بچے ٹھہر۔ کہاں جاتا ہے! میرا دل خود بخود تمہاری طرف کیوں کھینچا جاتا ہے۔

بالکرشن - اس لیئے کہ تم کرشن کو بہت چاہتی ہو۔ اور میں بھی اسی طرح خوبصورت ہوں۔

کرشن ہی کی طرح بانسری بجاتا ہوں کرشن ہی کی طرح گائیں چراتا ہوں۔ اور کرشن ہی کی طرح دودھ دہی مکھن چرا کر اپنے دوستوں کو کھلاتا ہوں۔

چنتا۔ کیا تم بھی بال گوپال کی طرح چوری کیا کرتے ہو؟

بالکرشن۔ تو کیا چور نہیں ہے۔ تو نے بھی تو کرشن کا دھیان اور کرشن کی محبت چوری کر کے اپنے دل میں رکھ لی ہے۔ اچھا اب میرے گوئیں چرانے کا وقت ہو گیا ہے۔ اب میں جاتا ہوں۔ یاد رکھنا بندرابن میں ہماری تمہاری ملاقات ہوگی۔

(بال کرشن کا جانا)

چنتا۔ ٹھہرو۔ ٹھہرو۔ بالک ٹھہرو۔

گانا چنتا کا

درشن بھکشا مانگت نینا چل من گوکل گام۔ گوکل گام۔ گوکل گام۔
شیام جی کی کوئی بتا دے موہے ڈگریا جی۔
دنیا جیون کا سپنا۔ ان بن کو دُنا اپنا۔ نت من جپنا۔
کرشن نام۔ کرشن نام۔ کرشن نام۔ درشن بھکشا۔
سوامی کی کوئی دکھا دے نگریا جی ..... درشن .....
سئیاں نہ پکڑ موری نرم کلائی رے۔
کر پکرت موری چولی مسکائی رے۔
عرض عرض موری انت ناہیں۔
سندر پیا توری دیکھی چترائی رے .... درشن ...

باب تیسرا — پردہ دُوسرا

جنگل

بلوا منگل ۔ پیارے برج چندر ۔ انت اور اشدھ دستوؤں پر للچانے والی اور تمہاری منوہر آکر بڑھانے والی ان آنکھوں کو الگ کر دیا اب دِل کا دُکھ کب دُور کرو گے ۔ آؤ ۔ آؤ ۔ منوہر مُراری گوردھن دھاری بنسی بجاتے ہوئے آؤ آنند برکھا برساتے ہوئے آؤ ۔

من بھی اندھا آنکھ بھی اندھی آؤ پکڑو ہاتھ
اندر بھی ہے رات پر باھر بھی ہے رات

(کرشن کا آنا)

کرشن ۔ سورداس جی مہاراج ۔ اس اندھیرے جنگل میں کیا کر رہے ہو ؟

بلوا منگل ۔ بابا اندھیرے میں آنند کا اُجالا ڈھونڈ رہا ہوں ۔

کرشن ۔ مگر تم تو اندھے ہو ۔ اگر ایک ہزار سُورج اور دس ہزار چاند اور نکل آئیں ۔ تو بھی تم اس دنیا کو کسی طرح نہیں دیکھ سکتے ۔

بلوا منگل ۔ بابا مجھے باہر کی دُنیا کے لئے اُجالا نہیں چاہیئے ۔ میری اندرونی دُنیا اندھیری ہوئی ہے ۔ اُس کے لئے روشنی کی ضرورت ہے ۔

کرشن ۔ تو اندر کی دُنیا کو کون روشن کر سکتا ہے ؟

بلوا ۔ وہ جس کے پوشیدہ ہونے پر بھی کل عالم جگمگا رہا ہے ۔ جو اپنی روشنی سے تمام سرشٹی میں نور پھیلا رہا ہے ۔

رات یہ پیارے چاندنی دِن جگمگ ہووے دُھوپ سے
پر چمکے یہ آتما برج چندر کے رُوپ سے ۔

کرشن ۔ مگر اندھیرے میں ٹٹولتے ہوئے تم کس طرف جا رہے ہو؟

بلوا ۔ دِل تو برج کی طرف کھینچے ہوئے لے جا رہا ہے ؎

ہے مرضی ناتھ کی لے جائے جس ٹھور

ہم نے اُسکے ہاتھ میں دیدی من کی ڈور!

کرشن ۔ کیا تم بندرابن جا رہے ہو۔

بلوا ؎ بندرابن سو بن نہیں نند گاؤں سو گام

بنسی تٹ سو تٹ نہیں کرشن نام سو نام

کرشن ۔ مگر بندرابن بہت دُور ہے ۔ ناحق کسی گڑھے میں گر جاؤ گے ۔ میں گوالے کا لڑکا ہوں میرے ساتھ آؤ ۔ وہاں مزے سے دُودھ دہی کھانا ، اور بیٹھے بیٹھے گوال بالکوں کا پالنا جھلانا ۔

بلوا منگل ۔ بابا میں برج میں بالک کا جھولا ہی تو جھلانے جا رہا ہوں ۔

کرشن ۔ برج میں کس کے بالک کو جھولا جھلاؤ گے ؟

بلوا ؎ جاتا ہوں نند گاؤں میں اس بالک کی سود میں

دیکھ جسے آنند ہو مات جسودہا گود میں

تن من سے سیوا کروں پیارے بال گوپال کی

ڈوری کھینچوں رات دِن کرشن کنہیا لال کی

کرشن ۔ اچھا آؤ ۔ میں تم کو برج کا راستہ بتا دوں ۔

بلوا ۔ دیالو ۔ تمہاری بڑی دیا ۔ کرپالو تمہاری بڑی کرپا ۔

(کرشن کا ہاتھ پکڑنا)

(خود بخود) ارے یہ کیا میرے دِل کے اندر روشنی کہاں سے آگئی ۔ آنند ۔ آنند ۔ انسان کا ہاتھ اور ایسا پیارا ۔ نہیں کوئی نہیں میرے نند ۔

گوپال دین دیال کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ (ظاہراً) چلو ناتھ۔ چلو ناتھ جدھر چلتے ہو۔
چلتا ہوں۔

کرشن۔ سورداس جی۔ دھیرے دھیرے کہیں پتھر سے ٹھوکر نہ کھانا۔

بلوا۔ ٹھوکر! اب ٹھوکر! ناتھ ٹھوکر کھانے کا وقت گیا۔ اب تو پارس کو پایا ہے۔ لوہے کو سونا بنانے کا وقت آیا ہے۔

کرشن۔ تو کیا میں کہیں بھاگا جا رہا ہوں۔ جو میرا ہاتھ اس زور سے پکڑا ہے۔ چھوڑ دو میرا ہاتھ۔

بلوا۔ چھوڑ دوں ناتھ تمہیں بڑی محنت سے پایا ہے۔ اے برج باشی تم نے بہت ستایا ہے۔

ے مورکھ کون ہے جو پھر آ جائے بات میں
اب کب چھوڑت ہوں تمہیں باہر آیو ہات میں

کرشن۔ سورداس جی تم دھوکا کھا رہے ہو۔ میں گوالا ہوں۔ گوالا

بلوا۔ ہاں ہاں۔ ہاں۔ یہی تو میں بھی کہتا ہوں۔ کہ گوالے ہو گوالے۔

ے روپ روپ میں کھیل رہے سب جانت ہیں نرناری
گوال کہت ہے کوئی تمہیں اور کوئی کہے ہے گردھاری

کرشن۔ تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمہیں سیدھے راستہ کی خبر ہے۔ چھوڑ دو میرا ہاتھ۔

بلوا۔ کبھی نہیں۔

کرشن۔ بس چھوڑ دو۔

بلوا۔ ناتھ تم نے تو اس سنسار میں جس کا ہاتھ پکڑا۔ کبھی نہیں چھوڑا۔ تو مجھ سے کیوں ہاتھ چھڑاتے ہو۔

(کرشن کا ہاتھ چھڑا کر چلے جانا۔ بلوا کا اِدھر اُدھر ٹٹولنا)

چھڑا لیا۔ ہٹ گئے۔ اچھا جاؤ۔ چلے جاؤ۔ مگر میں تمہیں اپنا کئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔

ے ہاتھ چھڑائے جات ہو نرمل جانکے موئے
ہردے میں سے جاؤ گے تو مرد کہوں گا توئے

گانا

بلجا۔ سانورا نینن والا۔ نند لالہ متوالا۔ ہاں گوکل کا اُجیالا۔
کرشن کرشن کر شام سویرے کرشن نام سب دُکھ سٹنکارے۔
کرشن ہی بھوساگر سے تارے
پار لگانے والا۔ نرالا متوالا۔ ہاں گوکل کا اُجیالا۔ سانورا
کوئی کہت ہے کرشن مراری۔ کوئی کہت ہے شیام بہاری
کوئی کہے نٹھور گردھاری۔ جپت تمہاری مالا۔ نندلالہ
متوالا۔ ہاں گوکل کا اُجیالا۔ سانورا

باب تیسرا — پردہ تیسرا

جنگل

(جوگیوں کا بھجن گاتے ہوئے نظر آنا)

گانا

سب جوگی۔ تو ہے مالک سائیں سب کا پالنہار۔
سنسار جگت کو چھوڑ کر آئے۔ پار کرو اب نیا ہمری
تمہیں ہو کھیون ہار۔ تو ہے . . .

چنتا۔ بچاؤ۔ بھگت راج شوم کر مجھے بچاؤ

بل بھی ہے۔ شکتی بھی ہے دھرم اور دیا بھی آپ میں
دیاؤ نربل کو تراؤ۔ ڈوبتی ہوں پاپ میں!

شوم گرو جی۔ مائی تو کون ہے؟

چھنتا۔ ؎ دُرشت پاپی نیچ ادہم۔ بلے سوا ایک کام لین
پاپ میں اس طرح ڈوبی جیسے جل بیں چھین
آپ ہی ہو کشٹ ہرتا آپ ہی آدھار ہو
آپ کے چرنوں میں آئی ہوں کہ بیڑا پار ہو

شوم گرو جی۔ تم کیا چاہتی ہو؟

چھنتا۔ بھگت راج۔ جس طرح مداری کی ڈگڈگی پر ناک سے بندھا ریچھ ناچتا ہے اُسی طرح میرا من بھی نیچ اراووں میں بندھا ہوا کام اور لوبھ کے اشارہ پر ناچ رہا تھا۔ اس شرم اور لعنت کی قید سے بھاگ کر آپ کی شرن آئی ہوں۔ گرو جی مجھے کو اُٹھایئے۔ اپنا چیلا بنا کر دھرم کا راستہ سکھایئے ؎

تمنا ہے نہ محلوں کی نہ چاندی اور سونے کی
نہ خواہش اچھے کپڑے کی نہ مخمل کے بچھونے کی
بس اتنا چاہیئے سیدھی مری تقدیر ہو جائے
نظر اک مہر کی کیجئے کہ خاک اکسیر ہو جائے

شوم گرو جی۔ دنیاوی آدمی کا دل بہتے دریا کی مانند ہوتا ہے۔ جس طرح دریا کا پانی ہوا کے جھونکوں کے ساتھ نئی نئی شکلیں لیکر اُچھلتا رہتا ہے۔ اسی طرح انسان کا دل بھی ایک لمحہ میں سو سو رنگ بدلتا ہے۔ پہلے تم آندھی میں اُڑتے ہوئے پتّے کو پتھر کے نیچے دباؤ۔ یعنی اپنے دل کو ایک طرف قائم کرو۔ پھر پھولوں کے بستر سے اُتر کر کانٹوں میں قدم بڑھاؤ۔

؎ دُنیا کا تجنا کھیل نہیں یہ کام ہے ہمّت والوں کا
وہ گھونٹ بھی پینا ہے مشکل اس زہر کے کڑوے پیالوں کا

چنتا۔ اگر مریض اپنے مرض کی دوا خود ہی جانتا ہوتا تو اُسے حکیم کے پاس آنے کی کیا ضرورت تھی۔ مہاراج آپ گیان کے ساگر اور دیا کے سمندر ہیں۔ سمندر جل دان کرنے سے پہلے کسی ذات اور کرم دھرم کی طرف نہیں دیکھتا۔ بلکہ سُکھی ہو یا دُکھی، جوگی ہو بھوگی جو کوئی اس کی شرن میں آتا ہے۔ تو اپنے قدرتی سوبھاؤ سے سب کی پیاس بجھاتا ہے۔

سہ
جو تم چاہو تو سوکھے برکھش میں ایک پل میں پھل آئے
جو تم چاہو تو آدھی رات کو سورج نکل آئے
بجھا دو آتما کی پیاس اب دو بوند پانی سے
جلا دو پاپ سے مرتے ہوئے کو ایک بانی سے

شوم گرو مائی جس طرح لٹو پھتر کی دیوار سے چوٹ کھا کر اپنے پھینکنے والے کی طرف لوٹ آتا ہے اسی طرح دنیا کے عیش و عشرت میں پلا ہوا دل بھی اپنے سامنے دُکھ اور تکلیف کو دیکھ کر پرانے رنگ ڈھنگ کی طرف پلٹ جاتا ہے۔ اس لئے جب تک نئے خیال اور نئے ارادے کا اچھی طرح امتحان کر کے اپنا شک نہ مٹا لوں۔ تمہیں گرو منتر نہیں دے سکتا سہ

قدم قدم پر بچھے ہیں کانٹے دکھوں کی برسات رات دن ہے
بڑے بڑے تھک کے ہار بیٹھے یہ راہ کتنی بڑی کٹھن ہے

چنتا۔ آپ بڑے شکتی دان ہو کر گرے ہوئے کو نہیں اٹھانا چاہتے ہیں۔ دھرماتما ہو کر دروازہ پر آئے ہوئے بھکاری کو لوٹانا چاہتے ہیں۔ مگر میں دھتکارے جانے پر بھی نا امید ہونے والی نہیں ہوں۔ آپ کا آشرم آپ کی چوکھٹ آپ کے چرنوں کو کبھی چھوڑنے والی نہیں ہوں سہ

رویا کروں گی سیس قدم پر دھرے ہوئے جب تک نہ کہدیں آپ کہ جی اُٹھ مرے ہوئے

سُن سُن کے پیاس پیاس دیا آہی جائیگی — آخر برس پڑینگے یہ بادل بھرے ہوئے

(شنکر اور کرشن کا آنا)

شنکر - مہاراج مجھے تعجب ہے۔ کہ ایسے ایسے سنت۔ مہنت تیاگی۔ بیراگی۔ رات دِن آپ کے نام کی مالا پھیرنے والے اور کرشن کرشن کے نام کی رٹ لگانے والے اُن میں سے کسی پر آپ کی اتنی کرپا نہیں جتنا بلومنگل اور چنتا کا خیال ہے۔ آخر اُن میں ایسی کونسی خوبی اور کیا کمال ہے۔

کرشن - شنکر۔ بدن کی بھبوت۔ ماتھے کا تلک۔ سر کی جٹا۔ گلے میں مالا۔ جسم پر گیروے کپڑے دیکھ کر میں خوش نہیں ہوں۔ بلکہ اپنے بھگتوں کا پریم اور ان کی بھگتی دیکھ کر اُن کی قیمت لگاتا ہوں اور پتھر کو پتھر اور ہیرے کو ہیرا ٹھہراتا ہوں ؎

تپ دیکھ کر جگت پہ نہ اُدھار - دیکھ کر
دیتا ہوں اپنے بھگت کو دِل پیار دیکھ کر
جو مجھ کو چاہتا ہے میں ہوں اُس کو چاہتا
بک جاتا ہوں میں خود ہی خریدار دیکھ کر

شنکر - بھلا مہاراج یہ سادھو منڈلی جو سامنے بیٹھی ہوئی ہے۔ اس کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے بُرے ہیں کہ اچھے؟

کرشن - امتحان سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ ان میں کتنے اچھے اور کتنے بُرے ہیں اور کتنے سچے اور کتنے کھرے ہیں۔

شنکر - مہاراج مجھے تو آپ سچا داس سمجھتے ہیں نا۔

کرشن - اس کا جواب تمہارا دِل اور اعتقاد دے سکتا ہے۔ (خود سے) اب میں ایک نیا ڈھکوسلہ بناتا ہوں۔ آئینہ سامنے رکھ کر ان کو ان کی اصلی صورت دکھاتا ہوں (ظاہرا) ارے ارے۔ ارے۔ ارے۔

شنکر ۔ کیوں ۔ کیوں ۔ مہاراج کیوں ۔
کرشن ۔ ارے ۔ ارے ۔ ہائے ۔ ہائے ۔
شنکر ۔ کیوں بھگوان کیا ہوا ۔ دین بندھو کیا ہوا ۔
کرشن ۔ درد ۔ درد ۔ بڑا سخت درد ۔ پیٹ میں درد ۔ ہائے ۔
شنکر ۔ درد آپ کے پیٹ میں ۔ بھگوان کے پیٹ میں ۔
کرشن ۔ ہاں شنکر ۔ درد ہو رہا ہے ۔
شنکر ۔ آپ کے اقبال سے دوسروں کا درد دُکھ ہٹ جاتا ہے ۔ تعجب ہے کہ جو سارے دردوں کا دُور کرنے والا ہے ۔ اس کے پیٹ میں بھی درد ہو رہا ہے !!
کرشن ۔ شنکر یہ سنسار مرتیولوک ہے ۔ اور جو اس مرتیولوک میں آتا ہے ۔ اس پر یہاں کا اثر پڑ جاتا ہے ۔
شنکر ۔ ارر ۔ درد کیسا پاپی ہے ۔ جو بھگوان کو ستاتا ہے ۔
کرشن ۔ ارے ۔ ارے ۔ ہائے ۔ ہائے ۔
شنکر ۔ دین بندھو ۔ دیا سندھو یہ آپ کیا کہتے ہیں ۔ درد اور آپ کی جان کو ! درد دُنیا داروں کو ہوتا ہے ۔ یا بھگوان کو ؟
کرشن ۔ ارے شنکر کوئی تدبیر بتا ۔
شنکر ۔ پربھو پیٹ کا درد کوئی آپ کا بھگت تھوڑا ہے ۔ جو آپ اس پر بگڑتے ہیں ۔ کہہ دیجئے کہ چلا جا ۔
کرشن ۔ میرے کہنے سے مان لے گا ؟
شنکر ۔ کیوں نہیں جب ساری دُنیا آپ کا حکم مانتی ہے تو درد کو بھی ماننا پڑے گا ۔
کرشن ۔ شنکر تو کیسا بھگت ہے ۔ میرے پیٹ میں درد ہے اور تو کھڑا دیکھ رہا ہے ۔
شنکر ۔ تو مہاراج کیا کروں ۔ کہیئے تو کسی حکیم یا وید کو بلا لاؤں ۔ ہنومان جی کو بھیج کر دھولاگر

سے انمول سنجیون بوٹی منگاؤں۔ یا کسی سادھو سنت کے پاس جاؤں۔

کرشن ۔ شنکر اس درد کی ایک دوا کے سوائے دوسری دوا ہے ہی نہیں۔

شنکر ۔ وہ کیا۔ مہاراج وہ کیا ہے؟

کرشن ۔ اگر کوئی انسان اپنی چھاتی چیر کر اپنا کلیجہ جس سے گرم گرم خون ٹپکتا ہو۔ میرے کلیجہ سے لگائے۔ تو مجھے آرام آئے۔

شنکر ۔ کیا کہا کلیجہ۔

کرشن ۔ ہاں۔

شنکر ۔ اور زندہ آدمی کا؟

کرشن ۔ ہاں۔

شنکر ۔ کون دے گا؟

کرشن ۔ میرے سیوک میرے پجاری۔ میرے بھگت جو سر سے پاؤں تک میرے پریم پر نثار ہیں۔ جو میرے نام پر اپنا تن۔ من۔ دھن سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہیں۔

شنکر ۔ ایسا تو یہاں کوئی نہیں دکھائی دیتا۔

کرشن ۔ تو یہ سب کے سب جو میرے پریم میں لین ہو رہے ہیں میرے نام کے ساتھ جو سوال کیا جائے کیا اُسے شنکر ٹال دیں گے جا۔ اُن سے مانگ۔ اگر میرے سچے بھگت ہیں تو سب کے سب اپنی چھاتی چیر کر اپنا کلیجہ نکال دیں گے۔

شنکر ۔ مہاراج آپ نے خوب یاد دلایا۔ صبر کیجئے۔ میں ابھی ان سے مانگ لاتا ہوں۔

شنکر ۔ (سادھوؤں کے پاس جاکر) اے میرے پیارے بھائیو بھگوان کے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔ یہ غریب براہمن تمہارے پاس اس کی دوا مانگنے آیا ہے۔

پہلا سادھو ۔ کیا چاہتے ہو؟

شنکر ۔ نہیں سنا۔

دوسرا۔ صاف صاف کہو تا کہ سمجھیں۔

شنکر۔ کہتا ہوں پر ایسا نہ ہو کہ شنکر ٹال دو۔

تیسرا۔ کیا مطلب؟

شنکر۔ اور کچھ نہیں۔ صرف اتنا ہی کہ بھگوان کے نام پر اپنی چھاتی چیر کر کلیجہ نکال دو۔

چوتھا۔ کیا کہا کلیجہ؟

شنکر۔ نہیں سمجھے۔ اتنا بڑا سر اور اتنا سا بھیجا۔

پانچواں۔ بیوقوف اگر کلیجہ نکال دیں گے۔ تو ہم کیسے جئیں گے۔

شنکر۔ جینے مرنے کو میں نہیں جانتا۔ تمہارے جینے سے دُنیا کا کونسا کام چل رہا ہے جو مرنے سے رُک جائیگا۔ بھگتو بھگوان بار بار بیمار نہیں پڑتے۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے۔ جو پر بھوسیوا کا موقعہ ملا ہے۔ اس لئے جلدی سے چھُری نکالو۔ اور بھگوان کے نام پر اپنا کلیجہ دے ڈالو۔

چھٹا۔ بے شک یہ پاگل ہے۔ ہم سے کلیجہ مانگنے آیا ہے۔

شنکر۔ بھائیو کیا کلیجہ بھگوان سے پیارا ہے۔ دیکھو آج بھگوان کے کام آؤ گے تو سیدھے بے کھنٹھ پہنچ جاؤ گے۔

ساتواں۔ جا بھائی جا۔ اس وقت ہم آنکھ بند کئے ہوئے شری بندرابن میں گوپ لیلا کا آنند لوٹ رہے تھے۔ تو نے زبردستی آواز دے کر آرام کی نیند سے جگا دیا۔ کدھر کا دھیان کدھر لگا دیا۔

شنکر۔ سنت جی میں اُپدیش نہیں کلیجہ چاہتا ہوں کلیجہ۔۔۔۔

آٹھواں۔ جا بھائی جا تجھے بک بک کرنے کے لئے کس نے بھیجا؟

شنکر۔ بھگوان نے۔

پہلا۔ کیا ہماری جان لینے کے لئے۔

شنکر - نہیں تمہاری بھگتی اور سیوا کے امتحان کے لئے۔
دوسرا - ہم میں سے کوئی بھی ایسا امتحان دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔
شنکر - بس تو معلوم ہؤا۔ کہ تمہارے دل میں ذرا بھی پیار نہیں۔
(شنکر کا کرشن کے پاس جانا)

کرشن - کیوں شنکر لایا۔
شنکر - مہاراج میں نے تو ان گرجتے ہوئے ڈھولوں میں پولم پول ہی پایا۔ وہ سامنے آگئی نئی بھگتنی خیتا منی بیٹھی ہے۔ کہیئے تو اُس سے مانگوں۔ دیکھوں وہ بھی ان کی طرح ٹال دیتی ہے یا آپ کا نام سُن کر کلیجہ نکال دیتی ہے۔
کرشن - جب ایسے ایسے بھگت جو بھگتی کا دعوٰے کرنیوالے تھے وہ بھی امتحان کی کسوٹی پر ٹھیک نہ نکلے تو اس سے کیا اُمید بر آئیگی۔ جب ایسی بھگتی کرنے والے ہار گئے تو دو دن کی بھگتی کرنے والی رنڈی کیسے امتحان میں پوری اُتر پائے گی۔
شنکر - پربھو اس بات کا تو مجھے بھی یقین ہے۔ مگر آپ مجھے اس کے پاس جانے تو دیجئے۔ ایک بار اُس رنڈی کو آزمانے تو دیجئے۔
کرشن - اچھا جاؤ آزماؤ۔
شنکر - ان سبھوں نے تو بھگتوں کی ناک ہی کاٹ دی اگر یہ رب کے سب میرے بھگت ہوتے۔ تو بڑی سخت سزا دیتا۔ ان کی کمر میں پتھر باندھ کر ٹھیک گنگا جی کے بیچوں بیچ ڈوبا دیتا۔
چنتا - کرشن مراری سنکٹ ہاری کوئی نہ پوچھت بات ہماری
بھول گئے کیوں دین دکھی کو آؤ خبر لو ناتھ ہماری
شنکر - ارے کوئی بھگوان کا پیارا۔ بھگوان کے نام پر کلیجہ دے سکتا ہے؟
چنتا - کلیجہ کس کو چاہیئے۔ کون مانگتا ہے؟

شنکر ۔ میں مانگتا ہوں۔
چلتا ۔ کس کے لئے۔
شنکر ۔ بھگوان کے لئے۔
چلتا ۔ بھگوان کے لئے۔ میرے پربھو کے لئے۔ دین بندھو کے لئے۔ دیا سندھو کے لئے۔
شنکر ۔ ہاں! تم دے سکتی ہو؟
چلتا ؎

سیس ہاڑ چام جیو آتما لہو ماس
ہے انہیں کا دیا ہوا جو کچھ بھی ہے پاس
ایک کلیجہ ہی نہیں انگ انگ للچائے
دھن ہے واکے بھاگ کو جو پربھو کے کام آئے

شنکر ۔ تو کیا تم خوشی سے پربھو کے نام پر اپنا کلیجہ دان کر سکتی ہو؟
چلتا ۔ ارے جب دنیا کی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز کے اوپر لوگ اپنا گھر گاؤں ۔ جان سب کچھ قربان کر دیتے ہیں تو کیا میں بھگوان کے نام پر اپنا کلیجہ نثار نہیں کر سکتی ؎

انہیں سے پایا انہیں کا سب کچھ انہیں پہ سب کچھ یہ وار دوں میں
کلیجہ کیا ہے جو ناتھ مانگیں تو اپنا سر بھی اُتار دوں میں!
دکھاؤ لاؤ چھری کہ اس سے نہیں ہے بڑھ چڑھ کے سر پہ میرا
لہو سے دھو کر اشد ھ من کو کرے گی جیون پوتر میرا

شنکر ۔ (کرشن کے پاس آکر) ناتھ جی وہ تو چھری مانگتی ہے۔
کرشن ۔ یہ لو (کرشن کا چھری دینا۔)
شنکر ۔ (چھری چلتا کو دے کر) دیبی یہ لو۔
چلتا ۔ آ اے چھری آ میرے دُکھ کو دُور کرنے والی آ ؎

پاپ کا بِش بھر گیا نس نس میں آ یتا چاؤ سے ۔ لا پلا امرت کی دھار آج اپنی دھار سے

اے بندھنوں کو کاٹ کر دکھ کے راستہ سے بچانے والی جہنم کے ڈوبے ہوئے کو ترانے والی۔ اشدھ کو شدھ بنانیوالی چھری سے

جب سے جانا ہے کہ تو کرتی ہے مرنے پر امر
اک کلیجہ کیا ہے اک اک رگ کی ہے تجھ کو نظر
اک طرف سر اور گردن اک طرف دل اور جگر
سب کی اک آواز ہے پہلے مجھے پہلے ادھر
تو ملی مجھ کو تو مل جائینگے اب بھگوان بھی
اور یہ صدقہ ہے کلیجہ بھی جگر بھی جان بھی

شوم گرو۔ ارے ٹھہر ٹھہر کیا کرتی ہے۔ پاگل تو نہیں ہو گئی۔ جو اپنے آپ کو چھری مارتی ہے۔

چھنتا۔ وہ زندگی جس کا ہر ایک لمحہ نرک کی اندھیاری کی طرح سیاہ ہو۔ جو زندگی ابتداء سے انتہا تک گناہ ہو۔ وہ کرشن کے کام آئے جو پرماتما کے نام پہ مرے وہ بڑا ہی خوش قسمت کہلائے سے

کوئی مرے توڑونپر کوئی مرے بالونپر کوئی مرے دنیا کے کھوٹے دھن دام پر
کوئی مرے گالونپر کوئی مرے بالونپر کوئی مرے گندھرے چمکیلے چام پر
کوئی مرے باتوں پر کوئی مرے گھاتوں پر کوئی مرے جال کپٹ کرودھ لوبھ کام پہ
جم دیکھے گھور گھور مرنا ہے جب ضرور ہر ہر کر۔ اور مر پربھو ہی کے نام پر۔

سب سادھو۔ ارے ارے بھاگو۔ بھاگو۔ اس پاگل عورت نے اپنا خون کر لیا۔

(جانا)

شنکر۔ ناتھ لیجیئے۔

کرشن۔ ہاں ایسے ہی بھگت ہوتے ہیں جن کی مجھے بھگتی کرنی پڑتی ہے سے
نتیجہ کیا طمع جھوٹ کا بیج پر چڑھانے سے۔ میرا گن واد گانے سے میری مالا پھرانے سے

رنگا من ہی نہیں تو فائدہ کپڑا رنگانے سے؟
وہ سونا ہے کھرا نکلے جو بھٹی میں تپانے سے
جو کرتے ہیں میری سیوا کراتے ہیں غلامی بھی
ہیں سچے بھگت میرے وہ جو سیوک بھی سوامی بھی

(گانا)

دیکھو من موہ لیا ہے میرا ان دونوں بھگتوں نے بھگوت ہے ایسا ہی پیارا
دل سے جوڑی ہے اس نے بھگتی۔ دھیان گیان سے پائی مکتی
چھوڑ کے سب سنسار ... دیکھو

شنکر۔ پربھو سامنے سے سورداس جی آرہے ہیں۔

کرشن۔ آؤ بھگت سورداس جی آؤ۔ (کرشن کا چنتا کے پاس آنا) اے دنیا کے خواب ختم ہو۔ اے بھگت آنا اٹھ اور اس لوک میں بھی پرلوک کا سکھ دیکھ۔

(چنتا کا اٹھنا)

بلوا۔ (آکر) پربھو اندرونی آنکھیں تو آپ کی بھگتی سے کھل گئیں۔ ان ظاہری آنکھوں کو ساکھشات درشن دے کر آنند اور مکتی دیجئے۔

کرشن۔ تتھاستو (آنکھوں پر پھول لگانا)

بلوا۔ (آنکھیں کھول کر) کون میرے کرشن مراری۔ واہ وا آنند۔ آنند۔ آنند۔

شنکر۔ بلوا منگل مہاراج۔ ادھر دیکھو یہ کون ہے۔

بلوا۔ ماتا چنتا تمہارا بھی کلیان ہو۔

چنتا۔ بھائی تمہارا بھی کلیان ہو۔ (ٹیبلو)

(سین تبدیل ہوتا ہے)

باب تیسرا پردہ چوتھا

بندرابن

[کرشن اور رادھکا کیساتھ بھگت شنکر بھی نظر
آتے ہیں چنتامنی اور بلوا منگل بھجن گاتے ہیں]

(دونوں کا مل کر گانا۔)

چھبیں چلا رے من بانسری والا۔ بانسری والا مور انند کا لالہ
دیکھو سکھی ری بھرا جوری۔ بیچ ڈگری موری باتھہ مروری
شام چلے کر کے چیت چوری۔ ایسا چھل بل والا ری چھبین چلو....
دیکھو سکھی ری شیام بہاری۔ بھر بھر مارت ہیں پچکاری
ایسے ڈھیٹ لنگر واسے ہاری۔ گوکل کا برج بالا ری....
چھبین چلو رے من۔

[گوپ گوپیوں کا راس لیلا منانا]

ڈراپ

MC LIBRARY Nankana Sahib
Acc. NO: 00254NS
Date: 04-4-2022
Managed by Chughtai Public Library

آغا حشر مرحوم کے ڈرامے

●

آغا حشر اور ان کے ڈرامے	مرتبہ وقار عظیم	۰	۸	
رستم و سہراب	" عشرت رحمانی	۰	۸	۱
ترکی حور		۰	۸	۱
یہودی کی لڑکی		۰	۸	۱
سفید خون		۰	۸	۱
اسیر حرص		۰	۸	۱
خوبصورت بلا		۰	۸	۱
صید ہوس		۰	۸	۱
پہلا پیار		۰	۸	۱

☆ ☆ ☆

آغا حشر کے دوسرے ڈرامے زیر طبع ہیں

☆ ☆ ☆

392
3
ENS

اردو اکیڈمی سن
بشن روڈ کراچی ۱

مطبوعہ نشاط پریس، آرام باغ روڈ، کراچی